دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

شمارہ: ۱	رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق جنوری ۲۰۲۵ء	جلد: ۱۰۹

مدیر	نگراں
مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری استاذ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
https://darululoom-deoband.com/urdumagazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

DARUL ULOOM Monthly (Urdu)
R. N. I. No.: 2133/57
Vol. No. 109, Issue No. 1,January. 2025 जनवरी 2025
Published by Maulana Abul-Qasim Numani
Printed by Maulana Abul-Qasim Numani
Editor :- Maulana Mohammad Salman Bijnori
On Behalf of Darul Uloom Grush.
Place of Publication :- Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at: Mukhtar Printing Press Mohalla Bar Ziyaul Haq
Talehari Chungi. Deoband, Saharanpur. U.P.

Rs. 30/=	Annual Subscription Rs. 300/=

Annual by Regd Post. Rs. 700/=

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۵۰۰ روپے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۸۰۰ روپے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۸۰۰ روپے

فہرست مضامین

حرف آغاز	جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں	محمد سلمان بجنوری	۳
رہنمائی	فتنۂ دجال اور اس سے حفاظت کی تدابیر	حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی	۵
اسوۂ نبوی	رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تادیب وتربیت	مفتی شکیل منصور القاسمی	۱۲
اصلاحی مضامین	معاشرتی اُصول وآداب کی ضرورت واہمیت	مولانا میر زاہد مکھیالوی	۲۰
//	تبرکات کی شرعی حیثیت	مفتی طارق محمود	۲۵
شخصیات	امام محمد بن حسن شیبانی؛ حالات وواقعات	مولانا عصمت اللہ نظامانی	۳۲
تعارف کتب	منتخب فتاویٰ دار العلوم دیوبند	ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی	۴۱
//	خطبات دار العلوم دیوبند	// //	۴۳
//	جامع خلاصۃ القرآن	// //	۴۵
//	موسوعہ فقہیہ کا اردو ترجمہ	// //	۴۶

ختم خریداری کی اطلاع

- ○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔
- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- ایک سال کے لیے اگر بذریعہ رجسٹری طلب فرمائیں تو =/700 روانہ فرمائیں۔
- ہندوستان وپاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

محمد سلمان بجنوری

۱۹؍جمادی الآخرہ ۱۴۴۶ھ =۲۲؍دسمبر ۲۰۲۴ء بروز اتوار صبح پانچ بجے دارالعلوم دیوبند کے ساٹھ سال قدیم استاذ اور بہت مبارک نسبتوں کے حامل عالم ربانی حضرت علامہ قمرالدین احمد صاحب گورکھپوری رحلت فرماگئے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، اُسی دن بعدنماز ظہر، احاطہ مولسری میں صدرالمدرسین حضرت مولانا سیدارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کی اقتدار میں علمار وطلبہ کے جم غفیر نے نماز جنازہ ادا کی اور قبرستان قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا قدس سرہ، اس وقت دارالعلوم دیوبند کے سب سے قدیم استاذ تھے، دارالعلوم میں ان کی مدت تدریس تقریباً ساٹھ سال ہے اوراس سے پہلے دہلی میں کئی سال تدریسی خدمات انجام دیں، اس طرح انھوں نے تقریباً سات دہائیوں تک علوم نبوت کی تدریس واشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور ہزاروں علمار کوان سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔اس وقت وہ علمار کی کئی نسلوں کے استاذ تھے اور یہ چیز اللہ کے فضل وتوفیق کے بعد برکت تھی اپنے اساتذۂ کرام سے اُن کے تعلق کی، جن سے انھوں نے استفادہ بھی کیا اوران کی خدمت بھی کی۔

حضرت علامہ قمرالدین صاحب رحمہ اللہ کو یہ سعادت بھی حاصل تھی کہ انھوں نے بخاری شریف کا کچھ حصہ، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ سے پڑھا، یہ حضرتؒ کی وفات کا سال تھا، اس طرح انھوں نے حضرتؒ کے بعد فخر المحد ثین حضرت مولانا سید فخرالدین احمد قدس سرہ سے بخاری شریف کی تکمیل کی، حضرت شیخ الاسلامؒ سے تلمذ کی سعادت رکھنے والے حضرات اب بہت کم رہ گئے ہیں، خوددارالعلوم دیوبند میں بحرالعلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہٗ کے علاوہ حضرتؒ کا کوئی شاگرد باقی نہیں ہے اور باہر بھی بہت کم حضرات ہیں۔

ان سعادتوں کے علاوہ حضرت الاستاذؒ کو اپنے جس استاذ گرامی سے خصوصی نسبت حاصل تھی وہ

امام المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی قدس سرہ کی شخصیت تھی، جن کے تمام تلامذہ اُن کے تبحر علمی اور مؤثر تدریس کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ ان سے حضرت علامہ قمرالدین صاحب رحمہ اللہ کا خصوصی تعلق، طالب علمی سے تدریس تک رہا اور ساری زندگی وہ اُن کا تذکرہ فرماتے رہے۔ شاید ان کی کوئی مجلس حضرت علامہ بلیاوی قدس سرہ کے ذکر خیر سے خالی نہیں ہوتی تھی، اُن کے بے شمار واقعات ہیں جو ہمیں اور ہم سے پہلے اور بعد کے فضلاء کو حضرت الاستاذ ہی سے سننے کو ملے، یوں بھی حضرت الاستاذؒ کو حضرات اکابر رحمہم اللہ کے احوال وواقعات ازبر تھے اور اُن کی مجالس تذکارِ اکابر سے آباد رہتی تھیں۔

اس کے علاوہ ان کی مجالس اور اسباق میں تذکیر وموعظت کا اہتمام رہتا تھا، وہ ہر ضرورت کے موقع پر نصیحت فرماتے تھے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی تکمیل فرماتے تھے، ضرورت پیش آنے پر مساجد میں نماز کے بعد بھی نصیحت فرماتے تھے، رہائش گاہ کے قریب طیب مسجد میں تو عصر بعد سالہا سال اُن کی اصلاحی مجلس کا سلسلہ جاری رہا۔

اور یہ سب اس بات کی برکت تھی کہ حضرتؒ نے تکمیل علم کے ساتھ تزکیہ واصلاح باطن پر بھی خاص توجہ کی تھی، اس سلسلے میں انھوں نے سب سے پہلے مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ قدس اللہ سرہ کا دست مبارک تھاما اور ان سے استفادہ کیا، پھر محی السنۃ حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی قدس اللہ سرہ سے مربوط ہوئے اور اُن کی جانب سے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، بعد میں بے شمار طلبہ اور فضلاء نے حضرت الاستاذؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا اور متعدد علماء وفضلاء کو اُن سے اجازت حاصل ہوئی۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ، سادہ مزاج، مرنجان مرنج اور بلند اخلاق شخصیت کے مالک تھے، تعلق کا لحاظ فرماتے تھے اور تمام تلامذہ کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے، ان سے مل کر آدمی کو بزرگانہ شفقت اور شریفانہ رکھ رکھاؤ کا احساس ہوتا تھا، مجموعی اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ پرانے بزرگوں کے رنگ کی ایک شخصیت تھی جس سے ہم محروم ہوگئے۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت حضرتؒ کے ساتھ خاص رحمت کا معاملہ فرمائے، تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور دارالعلوم دیوبند کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!

حضرتؒ سے متعلق مضامین موصول ہورہے ہیں، ان شاء اللہ کسی قریبی شمارہ میں اُن کو شائع کیا جائے گا۔

❊ ❊ ❊

فتنۂ دجّال اور اس سے حفاظت کی تدابیر

افادات: حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی مدظلہٗ
ترتیب: مفتی عبدالرزاق قاسمی، استاذ دارالعلوم دیوبند

قیامت کے وقوع کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، قیامت کا معاملہ بڑا سنگین اور ہولناک ہوگا، خداتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے قیامت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر کی ہیں؛ تاکہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور حساب وکتاب کی تیاری کرلیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی؛ جب تک کہ تیس کے قریب جھوٹ بولنے والے دجّال پیدا نہ ہوجائیں۔ اُن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔'' یہ مضمون حضرت ثوبان، حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم کی روایات میں بھی مذکور ہے۔

دجّال کے معنی ومطلب

دجّال کا لفظ عربی زبان میں جعل ساز، ملمّع ساز، فریبی، جھوٹے اور گم راہ کُن شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ جب کہ دجل کے معنی کسی نقلی چیز کو اصلی دکھانے کے ہیں۔ دجّال کا نام دجّال اسی لیے رکھا گیا ہے کہ جھوٹ، فریب، دھوکا دہی، غلط بیانی اور دُنیا کی تمام تر خباثتیں اس کی مکروہ شخصیت کے نمایاں ترین اوصاف ہیں۔ اس کا ہر عمل اور ہر قول فتنہ وفساد کا سبب ہوگا۔ حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ہشام بن عامرؓ سے سُنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق (فتنہ وفساد میں) دجّال سے بُری نہ ہوگی۔'' (صحیح مسلم، ۷۳۹۵، ۷۳۹۶)۔

دجّال کا حُلیہ

مختلف احادیثِ مبارکہ ﷺ میں حضرت محمد ﷺ نے دجّال کا جو حُلیہ بیان فرمایا، وہ اس طرح

سے ہے۔ ''پستہ قد، بھاری بھرکم جسم اور مکروہ چہرے پر اُلجھے ہوئے بے ترتیب گھنگھریالے بالوں والا ایک شخص، جس کی دائیں آنکھ کانی بے نور ہوگی اور بائیں آنکھ کی پتلی ابھری ہوئی باہر کو نکلی ہوگی، جیسے انگور کا اُبھرا ہوا دانہ، دونوں آنکھیں عیب دار ہوں گی؛ اس لیے احادیث میں اعورالیمنی اور اعورالیسری دونوں طرح کے الفاظ ہیں، دجال کا رنگ سُرخ اور دونوں آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانی پر ''ک ف ر'' (کافر) لکھا ہوگا، جس کو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

دجال کا ظہور

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک شام میں لڑائی ہوگی پھر صلح ہو جائے گی؛ مگر یہ صلح زیادہ دن تک باقی نہ رہے گی، اس کے بعد یورپ سے نو لاکھ ساٹھ ہزار فوجی لڑنے کے لیے آئیں گے اور مقام ''غوطہ'' میں مسلم فوجوں کے ساتھ لڑائیاں ہوں گی، اسی دوران دجال کا خروج ''اصفہان'' سے ہوگا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دجّال اصفہان کی یہودی بستی سے ظاہر ہوگا، اس کے ساتھ ستّر ہزار یہودی ہوں گے۔ انھوں نے سبز رنگ کی شالیں کندھوں پر ڈال رکھی ہوں گی۔'' (صحیح مسلم ۲۹۴۴)

دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ بھی جانے کی کوشش کرے گا؛ لیکن اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ اس کو ان دونوں مقدس شہروں میں جانے سے روک دے گا۔ (صحیح مسلم ۷۳۳۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دجال کی خبر سن لے، وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے آپ کو مومن سمجھ کر اس کے پاس آئے گا اور پھر اس کے پیدا کردہ شبہات میں اس کی پیروی کرنے لگے گا۔ (سنن ابی داؤد: ۴۳۱۹)

دجال کے قیام کی مدت

صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمین میں اُس کے رہنے کی مدّت چالیس دن ہوگی، ان میں سے ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر۔ اس کے علاوہ باقی سارے دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا، کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟'' فرمایا: ''نہیں؛ بلکہ وقت کا اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کرنی ہوں گی۔''

پھر صحابۂ کرام نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ زمین میں کس قدر سرعت کے

ساتھ سفر کرے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس بادل کی طرح، جس کے پیچھے ہوا لگی ہو۔ وہ ایک قوم کے پاس جائے گا۔ انھیں دعوت دے گا۔ وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی باتیں مانیں گے، تو وہ آسمان (کے بادل) کو حکم دے گا، تو وہ پانی برسانے لگے گا۔ پھر وہ زمین کو حکم دے گا، تو وہ فصلیں اُگائے گی۔ شام کے اوقات میں اُن کے جانور (چراگاہوں سے) واپس آئیں گے، تو ان کے کوہان سب سے زیادہ اُونچے اور تھن دُودھ سے بہت بھرے ہوئے ہوں گے۔ پھر دجّال ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انھیں بھی دعوت دے گا؛ لیکن وہ اس کی بات کو ٹھکرادیں گے تو وہ قحط کا شکار ہوجائیں گے۔ اُن کے مال مویشی میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھ میں نہیں ہوگی۔ وہ ویران زمین کے پاس سے گزرے گا، تو اس سے کہے گا کہ اپنے خزانے باہر نکال دے؛ چناں چہ زمین سے وہ خزانے نکل کر اس کے پیچھے اس طرح لگ جائیں گے، جس طرح شہد کی مکّھیاں اپنی سردار کے پیچھے ہولیتی ہیں۔ دجال زمین میں ہر ایک شہر اور بستی میں جائے گا؛ لیکن وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علاوہ کوئی ایسا علاقہ نہیں ہوگا؛ جسے دجال نہ روند سکے، مکہ اور مدینہ کے ہر راستے پر فرشتے ننگی تلواریں سونتے ہوئے پہرا دیں گے، پھر مدینہ اپنے مکینوں کے ساتھ تین مرتبہ ہلے گا تو اللہ تعالی ہر کافر اور منافق کو مدینہ سے نکال دے گا۔ (صحیح بخاری ۱۸۸۱)

مدینہ منورہ کی طرف جانے سے پہلے یہ واقعہ بھی پیش آئے گا کہ دجال ایک جوان کو بُلائے گا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کردے گا اور دونوں ٹکڑے اس قدر فاصلے پر کردیئے جائیں گے، جس قدر تیر مارنے والے اور نشانے کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر وہ اسے بُلائے گا، تو وہ (زندہ ہوکر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ اور کہے گا کہ اب تو مجھے اور پختہ یقین ہوگیا کہ تو ہی دجال ہے دجال پھر اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا؛ مگر اب اسے اس پر قدرت نہ ہوگی۔

مصنوعی جنت اور دوزخ

شیطان کی طرح اللہ تعالیٰ نے دَجّال کو بھی قوانینِ قدرت میں سے چند چیزوں سے نوازا۔ وہ جب نمودار ہوگا، تو اس کے ساتھ مصنوعی جنّت و دوزخ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''دَجّال اپنے ساتھ جنّت اور دوزخ کی شبیہ بھی لائے گا۔ درحقیقت جسے وہ جنّت کہے گا، وہ آگ ہوگی اور جسے وہ جہنّم کہے گا، وہ دراصل جنّت ہوگی۔'' (صحیح بخاری، ۳۳۳۸)۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ’’جب دجّال نکلے گا، تو اُس کے ساتھ آگ اور پانی دونوں ہوں گے؛ لیکن لوگوں کو جو آگ دکھائی دے گی، وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جو ٹھنڈا پانی دکھائی دے گا، وہ جلانے والی آگ ہوگی، تو تم میں سے جو کوئی اُس کے زمانے میں ہو، تو اُسے اُس میں گرنا چاہیے، جہاں آگ ہو؛ کیوں کہ وہ انتہائی شیریں اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔‘‘ (صحیح بخاری، ۳۴۵۰)۔

دجال کے جھوٹے ہونے کی علامات

(۱) وہ لوگوں کی آنکھوں سے نظر آ رہا ہوگا (حالاں کہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے)۔ (۲) وہ کانا ہوگا؛ حالانکہ تمہارا رب کانا نہیں ہوسکتا ہے۔ (۳) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ’’کافر‘‘ لکھا ہوگا جس کو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

دجّال کا سحر

حضرت اسماءؓ بنتِ یزید سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ ﷺ کے گھر میں موجود تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ظہورِ دجّال سے تین سال قبل آسمان ایک تہائی پانی اور زمین ایک تہائی فصل روک لے گی۔ جب دُوسرا سال آئے گا، تو آسمان دو تہائی پانی اور زمین دو تہائی فصلیں روک لے گی۔ پھر جب تیسرا سال شروع ہوگا، تو آسمان مکمل طور پر اپنا پانی اور زمین مکمل طور پر اپنی فصلیں روک لے گی۔ ٹاپوں والے اونٹ اور کُھروں والی گائیں، بیل، بھیڑیں، بکریاں، گھوڑے اور گدھے سب ہلاک ہوجائیں گے۔ اتنے میں ادھر دجّال پہنچ کر ایک دیہاتی شخص سے کہے گا، ’’اگر میں تمہاری اونٹنیوں کو فربہ اور دُودھ سے بھرے تھنوں کی صُورت پیدا کر کے دکھاؤں، تو کیا تم مان لوگے کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟‘‘ وہ کہے گا، ’’ہاں بالکل۔‘‘ اس کے بعد شیطان اُس شخص کے اونٹوں کی شکل اختیار کرے گا، تو وہ شخص اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ اسی طرح وہ دجّال ایک اور شخص سے کہے گا کہ ’’اگر میں تمہارے باپ، بیٹے اور تم اپنے خاندان کے جن لوگوں کو پہچانتے ہو، سب کو زندہ کردوں، تو کیا تم یقین کرلو گے کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟‘‘ وہ کہے گا، ’’ہاں بالکل۔‘‘ پھر دجّال شیطانوں کو ان لوگوں کی شکل میں پیش کردے گا۔ اس طرح وہ بھی اس کے پیچھے چلا جائے گا۔‘‘ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور گھر میں موجود سب لوگ رونے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، تو ہم سب رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، ’’تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟‘‘ میں (اسماء) نے کہا۔ ’’اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ نے

دجّال کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا، اسے سُن کر رونا آ گیا۔‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس وقت اہلِ ایمان کو کھانے پینے کی جگہ تکبیر، تسبیح اور تحمید کرنا کافی ہوگا۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، ’’تم لوگ مت روؤ؛ کیوں کہ اگر میری موجودگی میں دجّال کا ظہور ہوگیا، تو میں اس کا مقابلہ کرلوں گا اور اگر میرے بعد ہوا، تو ہر مسلمان کا خلیفہ اللہ تعالیٰ خود ہوگا۔‘‘ (مسندِ احمد، ۲۷۵۶۸)۔

دجال کا خاتمہ

موجودہ زمانہ کا استنبول (قسطنطنیہ) مسلمانوں کے ہاتھ سے چلا جائے گا اور پھر ’’غوطہ‘‘ کی لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد اہل مدینہ اور دیگر مسلمانوں کے ہاتھوں وہ (قسطنطنیہ) فتح ہوگا، اور جس وقت مسلمان مالِ غنیمت کو تقسیم کر رہے ہوں گے تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا: تمہارے بعد تمہارے گھروں میں مسیح دجال پہنچ گیا ہے، مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے؛ حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی، جب یہ ملک شام پہنچیں گے تو پھر مسلمانوں اور دجالی لشکروں کے درمیان جنگ ہوگی جس میں وہ ایک تہائی مسلمانوں کو شہید کر دے گا۔ ایک تہائی کو شکست دے کر بھگا دے گا اور ایک تہائی کو باقی چھوڑے گا۔ رات ہو جائے گی تو بعض مومنین بعض سے کہیں گے کہ تمھیں اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے (شہید) بھائیوں سے جا ملنے (شہید ہو جانے) میں اب کس چیز کا انتظار ہے؟ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز زائد ہو وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو دے دے۔ تم فجر ہوتے ہی (عام معمول کی بہ نسبت) جلدی نماز پڑھ لینا، پھر دشمن سے جنگ پر روانہ ہو جانا۔ پس جب یہ لوگ نماز کے لیے اٹھیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہوں گے اور نماز ان کے ساتھ پڑھیں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ (ہاتھ سے) اشارہ کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اور دشمنِ خدا (دجال) کے درمیان سے ہٹ جاؤ (تاکہ مجھے دیکھ لے)، حضرت عبداللہ بن عمرو نے یہ فرمایا کہ: (دجال ایسا گھل جائے گا) جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے خاتمے کو واضح طور پر بیان کیا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ اور فرمائیں گے: میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، تم لوگ تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو: (۱) اللہ دجال اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کردے۔ (۲) ان کو زمین میں دھنسا دے۔ (۳) ان کے اوپر تمہارے اسلحہ کو مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔ مسلمان کہیں گے: اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ طمانینت کا باعث ہے؛ چنانچہ اس روز تم بہت کھانے

پینے والے (اور) ڈیل ڈول والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس کا ہاتھ تلوار نہ اٹھا سکے گا۔ پس مسلمان ان کے اوپر مسلط ہو جائیں گے اور دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے ''بابِ لُد'' پر قتل کر دیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق/۲۰۸۳۴)۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے دجال اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا؛ چنانچہ وہ ان سب کو قتل کر دیں گے؛ حتیٰ کہ شجر و حجر بھی پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے۔ اسے قتل کر دے! غرض اللہ تعالیٰ ان سب کو فنا کر دے گا اور مسلمان فتح یاب ہوں گے۔

فتنۂ دجّال سے بچنے کی احتیاطی تدابیر

فتنۂ مسیح الدجّال سے حفاظت کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو چند چیزیں ایسی بتائی ہیں جن کے اختیار کرنے سے دجال کے فتنے سے بچا جا سکتا ہے:

(۱) دجال کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا

دجال کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ان دعاؤں کے پڑھنے کا اہتمام کرنا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے؛ اور اپنی امت کو ان دعاؤں کے پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے؛ حضرت ابو ہریرہ اور کئی ایک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہے یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا، وَفِتْنَةِ المَمَاتِ".

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ، تو چار چیزوں سے پناہ مانگو، جہنّم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجّال کے شر سے۔'' (صحیح مسلم، ۱۳۲۶)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے، دوزخ کے عذاب سے، زندگی اور موت کے عذاب سے اور کانے دجّال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' (صحیح بخاری، ۸۳۲، ۸۳۳، ۱۳۷۷)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نمازوں میں دجّال کے فتنے سے پناہ مانگتے ہوئے سُنا۔'' (صحیح مسلم، ۱۳۲۳، صحیح بخاری، ۸۳۳، ۷۱۲۹)۔

(۲) سورۂ کہف کی ابتدائی یا آخری دس آیتوں کو یاد کرنا اور پڑھنے کا معمول بنالینا

دجال کے فتنوں سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ سورۃ الکہف کی ابتدائی یا آخری دس آیات کی تلاوت کرے۔ اس کی تلاوت دجال کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچالیتی ہے۔ حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کرلیں۔ وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ کرلیا گیا۔'' (صحیح مسلم، ۱۸۸۳)۔

(۳) دجال سے دور رہنا

دجال سے جتنا دور رہنا ممکن ہو دور رہا جائے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دجال کے بارے میں سنے اس کو اس سے دور رہنا چاہیے، اللہ کی قسم مؤمن یہ خیال کرکے اس کے پاس آئے گا کہ وہ تو مؤمن ہے (دجال کے فتنہ سے بچ جائے گا)؛ لیکن دجال کے ساتھ کی چیزوں کو دیکھ کر اسی کی اتباع کر بیٹھے گا (سنن ابوداؤد، ۴۳۱۹)۔

(۴) دجال کی جنت سے بچنا

دجال کے ساتھ جو جنت کی شکل ہوگی اس سے بچے اور جو آگ کی شکل ہوگی اسی میں جانے کو اختیار کرے؛ کیونکہ جو آگ ہے وہی درحقیقت جنت ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کے ساتھ دو چلتے ہوئے دریا ہوں گے۔ دونوں میں سے ایک بظاہر سفید رنگ کا پانی ہوگا اور دوسرا بظاہر بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا کی طرف آئے جسے وہ آگ (کی طرح) دیکھ رہا ہے اور اپنی آنکھ بند کرے۔ پھر اپنا سر جھکائے اور اس میں سے پیئے تو وہ ٹھنڈا پانی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کی فتنۂ دجال سے حفاظت فرمائے! آمین یارب العالمین!

* * *

رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تادیب وتربیت

(۱/۳)

بہ قلم: مفتی شکیل منصور القاسمی

بچے خدا تعالیٰ کی عظیم نعمت، متاعِ گراں مایہ، سرمایۂ عزیز اور قوم وملت کے نخلِ تمنا ہیں، آج کے نونہالان ہی مستقبل میں نسل انسانی کے معمار ہوں گے۔ دین اسلام میں انسان کی زندگی کے مختلف مراحل: بچپن، جوانی اور بڑھاپے میں نسبۃً عہد طفولیت کے تربیتی پہلو پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے ایسے احکام واصول وضع کیے گئے جو یقینی طور پر انسان کو سعادت مندی اور سرخروئی سے بہرہ ور کرسکتے ہیں۔ اولاد کی صحیح تربیت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ سورۂ لقمان کی چھ آیات (آیت 14 تا 19) میں اولاد کی کردار سازی میں کلیدی حیثیت کے حامل سنہرے اور بیش بہا اصول تربیت بالتفصیل بتائے گئے ہیں۔ اسلام نے تربیتِ اطفال کے باب میں صرف چند نظریاتی اصول بتادینے پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ شاہراہ حق کی رہنمائی کرتے ہوئے تربیت کا ایسے فطری، سہل وسادہ اصول پر مبنی جامع اور مرتب نظام پیش کیا ہے جو بچے کی پیدائش سے بھی قبل شادی کے لیے بیوی کے انتخابی مراحل سے گزر کر اس سے پیدا ہونے والی اولاد کے عہد طفولت مراہقت، شباب اور کہولت تک کو باضابطہ محیط ہے۔

چونکہ بچپن شخصیت وکردار سازی کا انتہائی زرخیز دور ہے، بچّے سَنی ہوئی مٹی کے مانند ہوتے ہیں، انھیں جس طرح ڈھالا جائے وہ ڈھل جاتے ہیں۔ وہ کورے کاغذ کے مشابہ ہوتے ہیں، ان کے لوحِ قلب ودماغ پہ خیر وشر جو بھی ثبت کردیا جائے وہ ''ان مٹ نقوش'' ہوتے ہیں، اِس دور طفولیت میں معلّم ومربّی جو تعلیمی وتربیتی اصول واقدار اور نقش ونگار ڈھالنا اور بٹھانا چاہے ڈھال اور بٹھا سکتا ہے۔

سیرتِ طیبہ پہ نظر رکھنے والے اہلِ علم کے علم میں یہ بات بخوبی ہوگی کہ حیاتِ محمدی کے جامع

وہمہ گیرنقوشِ ہدایات واسرار حیات میں سے تعلیمی وتربیتی پہلو بہت زیادہ نمایاں ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوتی وتبلیغی مشن پہ توجہ مرکوز رکھنے کے ساتھ اطفال مسلمین کی ظاہری وباطنی تربیت وتزکیہ پر بھی خصوصی توجہ مبذول فرمائی اوراپنے ''وقت وتوجہ'' کا ایک وافر حصہ بچوں کومرحمت فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے لیے ایک رحم دل باپ،حکیم ودانا مربی،شگفتہ مزاج بے تکلف دوست اورمشفق ومہرباں مصلح وخیرخواہ تھے۔

تعلیم وتربیتِ اطفال پہ خصوصی توجہ دینے والے، بچوں کے مسائل کا ادراک اور پیچیدہ مشکلات کا درد رکھنے والے اصلاح پسند دانشوران ومربیین قوم وملت کوسیرت نبوی کے تربیتی پہلو پہ خصوصی توجہ دینے اورنسل نو کی کردار سازی کے لیے اس کی اتباع وپیروی کرنے اوراس سے روشنی کشید کرنے کی ضرورت ہے۔

تعلیم وتربیت گاہِ نبوی کی نرالی وامتیازی شان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیم وتربیت گاہ کی شان بالکل ہی نرالی اوراچھوتی تھی۔اس تربیت گاہ نبوی میں زیورتعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ ہونے والے بچے مختلف مزاج ومذاق کے حامل تھے،ان میں بچے بھی تھے اور بچیاں بھی تھیں۔

اس تربیت گاہ میں آپ کے لخت جگر حضرات حسنین کریمین بھی تھے اوردختر زادی،حضرت امامہ بنت زینب بھی تھی، چچازاد حضرت علی،عبداللہ بن عباس اور جعفر طیار تھے،تو آپ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک اورربائب: درہ بنت ابوسلمہ اورعمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی تھے۔

علم،فکر،فہم، ذہنی اٹھان، خاندانی پس منظر، ذاتی لیاقت واستطاعت کے طبعی تفاوت وفرق مراتب کے باوجود مربی اعظم کی اس خصوصی تربیت گاہ اوراس کے اچھوتے اسلوب وانداز کی کرشمہ سازی تھی کہ یہاں سے فارغ التحصیل ہرفرد نے تعلیم وتربیت کا ''ایک جہان نو'' آباد کیا،علم وادب کی ہربلند چوٹی پر تعلیم وتربیت اورعظمت اسلامی کے پھریرے لہرائے۔

نیک ودیندار بیوی کا انتخاب صالح اولاد کے حصول کی پہلی شرط

مذہب اسلام کی بنیاد توحید،رسالت اورعقیدہ آخرت پر ہے

اس بنیادی فکر وعقیدہ کے مخالف ومغائر خواتین کواپنی زوجیت میں لانے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ پھراس سے پیدا شدہ بچہ (مشروعیت نکاح کے من جملہ مقاصد میں سے اہم مقصد حصول اولاد ہے) کفروشرک کی جراثیم سے لت پت ہوگا،جس سے اسلام کی اساس اور بنیاد پرزد پڑے گی؛اس

لیے قرآن کریم نے صاف لفظوں میں اس سے منع کر دیا:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (البقرہ:221)

اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ یقیناً ایک مومن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمھیں پسند آرہی ہو اور اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کراؤ؛ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ مشرک مرد تمھیں پسند آرہا ہو۔ یہ سب دوزخ کی طرف بلاتے ہیں؛ جب کہ اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہے؛ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

صحیحین کی ایک حدیث (بخاری:4802، مسلم:1466) میں لڑکی کے رشتہ کی تلاش کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہے کہ لوگ شادی کے لیے عموماً ان چار مقاصد کو سامنے رکھتے ہیں:

کچھ تو حسن تلاش کرتے ہیں اور کچھ اچھا خاندان اور کچھ مال کے بھوکے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ دینداری کی وجہ سے شادی کرتے ہیں، اسی آخری کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہے اور فرمایا: تمھیں چاہیے کہ دین دار خاتون کو نکاح کے لیے ترجیح دو، زندگی بھر خوش وخرم رہوگے۔

اسی طرح لڑکی کے لیے بھی رشتے کی تلاش میں دین داری کو ترجیح دینے کی ترغیب دی گئی ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اگر تمہارے پاس ایسے لوگ رشتے کا پیغام بھیجیں جن کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرو تو ان سے رشتہ کرلو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوجائے گا۔ (سنن ترمذی 1085)

بچوں کے حقوق کا اسلامی منشور

(۱) زندہ رہنے کا حق

پھر ایسے جہالت زدہ ماحول میں- جب کہ معاشی تنگ دستی یا سماجی عار وخفت کے سبب نومولود سے جینے کا حق چھین لینا اور زندہ درگور کردینا عام سی بات تھی- اسلام نے بچے کو جینے کا حق عطا کیا، ایک بے گناہ کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا (الإسراء:31)

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے قتل نہ کرو (کیونکہ سب کے رازق ہم ہیں) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی (اگر رازق تم ہوتے تو ایسی باتیں سوچتے) بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ (المائدة:32)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے؛ جب کہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو، تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پیغمبران کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے؛ مگر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں ہی کرتے رہے ہیں۔ (المائدۃ:32)

خطبۂ حجۃ الوداع میں انسانی جان و مال کے تحفظ کا اسلامی منشور صاف لفظوں میں بیان کیا گیا:

''تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس شہر میں تمہارے اس دن کی حرمت و تقدس ہے''۔ (سنن ترمذی 2159)

(۲) تحفظ نسب کا حق

پیدائش کے بعد پھر بچے کے نسب کے تحفظ کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ جن پانچ مقاصد (دین، نفس، عقل، نسل، اور مال) کے تحفظ کے گرد گھومتی ہے ان میں ایک نسل و نسب کا تحفظ بھی ہے۔ رشتہ داری، حقوق و فرائض اور خاندانی نظام کا تمام تر ڈھانچہ نسب اور نسل کے تحفظ پر قائم ہے، شریعت اسلامیہ میں اس کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کے فریب، دھوکہ، تحریف اور غلط بیانی کو گوارا نہیں کیا گیا، فرمان نبوی ہے:

جو شخص علم رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے'' (صحیح بخاری 6766)

''جو شخص باپ کے سوا یا کوئی غلام اپنے آقا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب

کرے تو اس پر قیامت قائم ہونے تک متواتر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی رہتی ہے“۔(سنن ابی داوٗد 4268)

منہ بولے بیٹے کے احکام

بعثت نبوی سے قبل لوگوں کا معمول یہ تھا کہ جو شخص اپنے بچے کے علاوہ کسی کو منہ بولا بیٹا بناتا تو لے پالک اولاد تمام معاملات میں حقیقی اولاد کی طرح سمجھی جاتی تھی، یعنی لے پالک بنانے والا شخص اس بچے کا نسب اپنی جانب منسوب کرتا، اسے وراثت میں حصہ دیتا، اور اپنی بیوی اور بیٹیوں سے خلوت کی اجازت دیتا اور باپ پر اپنے لے پالک کی بیوی حرام سمجھی جاتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی کو بعثت سے قبل منہ بولا بیٹا بنایا تھا (زید بن حارثہ بن شراحیل یا شرحبیل کلبی ایک بڑے صحابی ہیں، بچپن میں ان کو اغوا کرلیا گیا تھا، جس کے بعد خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے خرید لیا تھا۔ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوئی، تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کردیا، آپ نے ان کو اسلام سے پہلے منہ بولا بیٹا بنایا، آزاد کردیا اور اپنی پھوپھی کی بیٹی سے شادی کردی)، اس کے بعد لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے، جس کے ابطال کے لیے ذیل کی آیات کریمہ نازل ہوئیں:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ. (الاحزاب 4)

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور (اسی طرح) تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کرلیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنایا اور (اسی طرح سمجھ لو) کہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا (بھی) نہیں بنادیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے (جو غلط ہے واقعہ کے مطابق نہیں) اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (سورة الاحزاب الآية 5)

منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت کے ساتھ پکارو، یہی اللہ کے نزدیک قرین عدل ہے اور اگر تم کو ان کے باپوں کا پتا نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے شریک قبیلہ کی حیثیت رکھتے

ہیں اور اس باب میں تم سے جو غلطی ہوئی، اس پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں؛ البتہ تمہارے دلوں نے جس بات کا عزم کرلیا (اس پر مواخذہ ہے) اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

ان آیات میں لے پالک بیٹوں کو اصلی اور حقیقی باپ کی طرف منسوب کرنے کا حکم دیا گیا اور بیٹے کو گود لینے والے کی طرف حقیقی نسبت کرنے کو حرام قرار دیا گیا، لے پالک بیٹے اور بیٹا بنانے والے کے درمیان وراثت کے سلسلے کو ختم کر دیا گیا؛ کیونکہ اس عمل کی کوئی حقیقت نہیں تھی، اور ہر ایک کے لیے دوسرے کے ساتھ زندگی میں بھلائی اور نیکی کا عمل کرنے کو کہا، نیز بیٹا بنانے والے کو اس کے لیے وصیت کرنے کو مشروع قرار دیا، بشرطیکہ یہ وصیت موصی کے مال میں سے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو، اور شریعت اسلامیہ نے وراثت اور اس کے مستحقین کو تفصیل سے بیان کیا اور ان تفصیلات میں وراثت پانے والے مستحقین میں لے پالک کا ذکر نہیں کیا۔

اسی طرح بیٹا بنانے والے شخص کے لیے یہ جائز قرار دیا کہ لے پالک کی بیوی سے اس کے طلاق کے بعد شادی کرسکتا ہے، جو زمانۂ جاہلیت میں حرام سمجھا جاتا تھا اور اس کی ابتداء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی؛ تاکہ حلت زیادہ قوی اور موکد ہوجائے، اور زمانۂ جاہلیت کی رسم سختی کے ساتھ حرام ہوجائے:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا. (الاحزاب 37)

پھر جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کرلیا تو ہم نے اس سے تمہارا نکاح کرادیا؛ تاکہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں اس وقت کوئی تنگی نہ رہے جب انھوں نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کرلیا ہو اور اللہ نے جو حکم دیا تھا اس پر عمل تو ہوکر رہنا ہی تھا۔

اس ذیل میں خوب اچھی طرح یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے مروجہ لے پالک کی رسم کو باطل کیا ہے، انسانیت اور اسلامی حقوق مثلاً بھائی چارگی، الفت ومحبت، صلہ رحمی، باہمی ادب واحترام واحسان وغیرہ جیسی قدریں ختم نہیں کیں؛ لہٰذا معاشرے میں تعاون باہمی، آپسی محبت، رحم وکرم اور نرمی واحسان کی فضا بہرحال برقرار رکھنی چاہیے۔

(۳) حق رضاعت

اسی طرح پیدائش کے بعد اسلام نے بچوں کے لیے رضاعت کا حق بھی عطا کیا ہے۔ ماہرین نفسیات اور سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ ماں اپنے بچے کے لیے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے، اس کا

دودھ بچے کے لیے سب سے بہترین خوراک ہوتا ہے، بچے کی صحت، نشو ونما اور نفسیات پر ماں کے دودھ کے بڑے دوررس نتائج واثرات مرتب ہوتے ہیں، اس لیے ماں کو خود ہی اپنا دودھ پلانا چاہیے۔

علمائے امت کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ جب تک بچہ رضاعت کی عمر میں دودھ کا محتاج ہو، اُسے دودھ پلانا واجب ہے۔(الموسوعة الفقهية 22/239)

عورت پر اپنے شوہر کے بچوں کو دودھ پلانا دیانۃً لازم ہے اور شرعی طور پر عورت اپنے شوہر سے بچوں کو دودھ پلانے پر اجرت کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتی؛ البتہ ماں اگر بچہ کو دودھ پلانے سے کسی ضرورت کے سبب انکار کرے تو باپ کو اسے مجبور کرنا جائز نہیں ہے، نیز جب عورت اس مرد کے نکاح یا عدت میں نہ ہو تو پھر اسے بچوں کو دودھ پلانے پر اجرت کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

ہمارے یہاں رضاعت (دودھ پلانے) کی مدت دو سال ہے، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، دو سال کے بعد دودھ پلانا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی بچہ یا بچی زیادہ کم زور ہو تو اُسے ضرورتاً ڈھائی سال تک بھی دودھ پلانے کی گنجائش رہتی ہے۔

اگر ماں صحت کے اعتبار سے کم زور ہے اور اس کی چھاتیوں میں دودھ نہیں اترتا یا کوئی اور عذر ہے تو اسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ بچے کے باپ کے ذمے ہوگا کہ وہ کسی انّا کا انتظام کرکے بچے کو دودھ پلائے؛ لیکن اگر ماں کو عذر نہ ہو تو اسے بچے کو دودھ پلانا چاہیے کہ یہ بچے کا حق ہے اور ماں پر دیانتاً واجب ہے اور جب کہ عورت بچے یا بچی کو دودھ پلا رہی ہو تو شوہر کو اس عرصے میں بیوی کی غذا، صحت اور لباس پوشاک وغیرہ کا بطورِ خاص انتظام کرنا چاہیے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (البقرة:233)

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں، یہ (مدت) اس کے لیے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمے ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے موافق، کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا؛ مگر اس کی برداشت کے موافق، کسی ماں کو

تکلیف نہ پہنچانا چاہیے اس کے بچے کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہیے اس کے بچے کی وجہ سے۔اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمے ہے جو وارث ہو۔ پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں،اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو (کسی اور انّا کا) دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، جب کہ ان کے حوالہ کر دو جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدہ کے موافق۔اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمھارے کیے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

(۴) حقِ نفقہ

اسی طرح نابالغ بچوں کے اخراجات بھی والد پر لازم ہیں،اور بلوغت کے بعد جب تک اولاد کمانے کے قابل نہ ہو ان کے نفقہ کی ذمہ داری والد پر ہی ہوتی ہے۔(ہندیہ الفصل الرابع فی نفقۃ الأولاد،۱/۵۶۰،ط:رشیدیہ،المبسوط للسرخسی 5 / 201)

(باقی آئندہ)

* * *

معاشرتی اُصول وآداب کی ضرورت واہمیت

از: مولانا میر زاہد مکھیالوی
ناظم تعلیمات: جامعہ فلاحِ دارین الاسلامیہ، بلاس پور ضلع مظفر نگر

اسلام دینِ فطرت ہے، اسلامی تعلیمات میں جس طرح عقائد وعبادات اور معاملات کے صحیح و درست کرنے کی صاحبِ ایمان بندوں کو ہدایت کی گئی ہے، اس کے ساتھ حُسنِ معاشرت کو بھی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قرآنی آیات اور احادیث میں معاشرتی آداب واحکام تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

حُسنِ معاشرت کے معنی ہیں: اچھا سلوک و برتاؤ کرنا، زندگی اس طرح گزارنا کہ اپنے کسی قول وعمل سے دوسرے کسی بھائی کو تکلیف نہ ہو؛ یہی اصل معاشرت کی بنیاد ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے جامع الفاظ میں اس مضمون کو بیان فرمایا: ''المسلمُ مَنْ سَلِمَ المسلمونَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ'' (ترمذی حدیث: ۲۶۲۷/ نسائی حدیث: ۴۹۹۶) کامل اور سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کی ایذار سے مسلمان محفوظ رہیں۔

اذیت وتکلیف کے بجائے راحت رسانی اور دوسروں کو آرام وراحت پہنچانے کی ترغیب و فضیلت حدیثوں میں وارد ہے؛ چناں چہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''خیرُ الناسِ مَنْ یَنْفَعُ الناسَ'' (کنز العمال جلد ۱۶/ ص ۱۲۸) ''لوگوں میں سب سے اچھا وہ آدمی ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے''۔

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حسنِ معاشرت باہمی اُلفت واتفاق کا سبب بنتی ہے؛ جب کہ سوءِ معاشرت سے تکدر وانقباض ہوتا ہے، آپس میں دوری اور بے اعتمادی بڑھتی ہے۔

ہم یہاں آدابِ معاشرت کی اہمیت وضرورت اور اس کے نافع ہونے کے چند نمونے قرآن وحدیث سے حضرت تھانوی قدس سرہ کی زبان میں پیش کرتے ہیں:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کشادہ کردو تو جگہ کشادہ کردیا کرو اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہوجاؤ، تو کھڑے ہوجایا کرو! (سورۂ مجادلہ) اور

ارشاد ہے کہ دوسرے کے گھر میں چاہے وہ مردانہ ہو؛ مگر خاص خلوت گاہ ہو، اجازت لیے بغیر مت جایا کرو۔ (سورۂ نور) دیکھیے! اس میں اپنے ہم جلیسوں کی راحت کی رعایت کا کس طرح حکم فرمایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''ایک ساتھ کھانا کھانے کے وقت دو دو چھوارے ایک دم سے نہ لینا چاہیے؛ تاوقتیکہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے''۔ (بخاری ومسلم) دیکھیے اس میں ایک چھوٹی سی بات سے محض اس وجہ سے کہ بے تمیزی ہے اور دوسروں کو ناگوار ہوگا، ممانعت فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ ''مہمان کو حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر قیام کرے کہ وہ تنگ ہوجائے'' (ترمذی ومسلم) اس میں ایسی بات سے ممانعت ہے جس سے دوسروں کے قلب پر تنگی ہو۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک بار حضرت جابرؓ درِ دولت پر حاضر ہوئے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا: میں ہوں! آپ ﷺ نے ناگواری سے فرمایا: ''میں ہوں، میں ہوں'' (بخاری، حدیث ۶۲۵۰)

اس سے معلوم ہوا کہ بات صاف کہے، جس کو دوسرے سمجھ سکیں، ایسی گول بات کہنا جس کے سمجھنے میں تکلیف ہو، اُلجھن میں ڈالنا ہے اور ارشاد ہے کہ بلا اجازت دو شخصوں کے درمیان جاکر بیٹھنا حلال نہیں، اس سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسی بات کرنا، جس سے دوسروں کو کدورت ہو نہ ہونی چاہیے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو جب چھینک آتی، تو اپنا منھ ہاتھ، یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز کو پست فرماتے۔ (ابوداؤد ۲/۲۸۶) اس سے معلوم ہوا کہ اپنے ساتھیوں کی اتنی رعایت کرے کہ اس کو سخت آواز سے بھی اذیت ووحشت نہ ہو۔

ایک حدیث میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم ﷺ کے پاس آتے، تو جو شخص جس جگہ پہنچ جاتا، وہیں بیٹھ جاتا۔ (ترمذی، احمد، ابوداؤد) یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کر آگے نہ جاتا، اس سے بھی مجلس کا ادب ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ پہنچائے۔

حدیث مبارک میں ہے کہ عیادت میں مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے، تھوڑا بیٹھ کر اُٹھ کھڑا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف) اس حدیث میں کس قدر دقیق رعایت ہے، اس بات کی کہ کسی کی گرانی کا سبب بھی نہ بنے؛ کیوں کہ بعض اوقات کسی کے بیٹھنے سے مریض کو کروٹ بدلنے، یا پاؤں پھیلانے، یا بات چیت کرنے میں ایک گونہ تکلیف ہوتی ہے؛ البتہ جس کے بیٹھنے سے اس کو راحت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

شبِ برأت میں حضور ﷺ بستر سے آہستہ اُٹھے اور اس خیال سے کہ حضرت عائشہؓ سوتی

ہوں گی، بے چین نہ ہوں، آہستہ سے نعل مبارک پہنے اور آہستہ سے کواڑ کھولے اور آہستہ سے باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے کواڑ بند کیے، اس میں سونے والے کی کس قدر رعایت ہے کہ ایسی آواز اور کھڑ کا بھی نہ کیا جائے کہ جس سے سونے والا دفعۃً جاگ اُٹھے اور پریشان ہو۔

روایاتِ فقہیہ میں ایسے شخص کو جو طعام یا درس یا اوراد میں مشغول ہو، سلام نہ کرنا مُصرّح ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بلاضرورت کسی مشغول کے قلب کو منتشر اور دو جانب کرنا شرعاً ناپسند ہے۔

ان دلائل میں مجموعی طور پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے نہایت درجے پر اس کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے کہ کسی شخص کی کوئی حرکت، کوئی حالت دوسرے شخص کے لیے ادنیٰ درجے میں بھی کسی قسم کی تکلیف واذیت، یا ضیق وتنگی، یا تکدر وانقباض، یا کراہت وناگواری، یا تشویش و پریشانی، یا توحش وخلجان کا سبب وموجب نہ ہو۔ (ملخص از آداب المعاشرت: ص ۲۰)

معاشرتی اُصول وآداب کو اختیار کرنے اور ان پر عمل کرنے کے سلسلے میں مسلم معاشرے میں کوتاہی عام ہے، عوام کی بات تو چھوڑ دیجیے وہ تو ناخواندہ، دینی تعلیمات اور اسلامی معاشرت سے نابلد اور ناواقف ہوتے ہی ہیں، انتہائی قابلِ افسوس مرحلہ خواص طبقۂ علما، فضلا کا ہوتا ہے، جو تمام تر واقفیت و آگاہی اور معلومات کے باوجود، آدابِ معاشرت کو اپنانے میں تغافل ولاپروائی سے کام لیتے ہیں؛ بلکہ معاشرتی اُصول کے دائرے میں اگر اُن کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے، تو خواص کے طبقے کے بعض حضرات اس کو برا سمجھتے ہیں اور اس کو بے مروتی اور بداخلاقی سے تعبیر کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔

عاجز کے ناقص خیال میں اس کی اہم وجہ اپنی اصلاح وتربیت سے بے فکری اور بے توجہی ہے، اگر آدمی اپنا کسی کو مشیر اور بڑا مقرر کرلے اور نفس کی اصلاح کی خاطر اپنی باگ ڈور کسی صاحبِ نسبت بزرگ، شیخ طریقت کے حوالے کردے، تو اس سے نفع ہوگا اور عملی زندگی بنانے میں یہ اقدام نہایت سودمند ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

آئے دن ہم لوگوں کو سابقہ پڑتا ہے، بہت سے مدرسوں کے ذمے دار اور باذوق اساتذہ جامعہ کے نظام کو دیکھنے کے لیے سفر کی زحمت اُٹھاتے ہیں، اکثر وبیشتر معاشرتی بے اُصولی سامنے آتی ہے، معاشرت کے آداب واُصول میں تغافل سے کام لینے والے اکثر خواص کے طبقے سے ہوتے ہیں۔

ابھی چند سال پہلے کا واقعہ ہے، دوپہر کی تعطیل کے بعد ایک گاڑی سے چند علما تشریف لائے، جن میں ایک اُستاد حدیث اور دیگر ذمے دار حضرات تھے، ملاقات وتعارف کے بعد نصف گھنٹہ قیام

کر کے اُن حضرات نے مدرسے کا نظام دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، دوپہر کے طعام کا نظام آگے کسی مقام پر بتایا، مقررہ وقت پورا ہوجانے کے بعد ہم لوگوں کو انتظار شروع ہوگیا کہ چلے جائیں گے؛ لیکن وہ رکے رہے، کھانا کھایا، گرمی کی دوپہر کا سارا وقت ضیافت کی نذر ہوگیا، مزید براں ظہر بعد کے وقت کا نصف حصہ گزرنے کے بعد یہ حضرات واپس ہوے، اُنھوں نے اپنی قلبی مسرت اور ادارے کے نظام سے متاثر ہوکر عقیدت مندانہ جذبات کا اظہار کھلے دل سے کیا؛ لیکن ہماری دوپہر اور اس کے بعد کا پورا نظام متاثر ہوگیا۔

اس واقعہ کا ایک پہلو یقیناً خوش کن ہے؛ لیکن دوسرا پہلو معاشرتی اصول سے تغافل کی غمازی کر رہا ہے کہ بلا اطلاع سفر، پھر متعین کردہ وقت کی عدم پاس داری، اپنے مطلوب کے حصول کی خاطر پوری دوپہر آپ نے وصول کرلی، آگے کے نظامِ طعام کو ملتوی کردیا اور ظہر بعد کے وقت کو بھی آپ نے اپنے لیے مشغول کرلیا، یہ سب اُمور بلا شبہ گرانی اور اذیت کا باعث ہوتے ہیں، اُصول وآداب کی رعایت کے ساتھ یہ سب کام ہوتے، تو خوش اُسلوبی اور انبساطِ طبع کے ساتھ ہوتے۔

یہ واقعہ بطورِ مثال ہم نے نقل کیا ہے؛ ورنہ پورے تعلیمی سال میں اس نوعیت کے احوال سے سابقہ پڑتا رہتا ہے، عموماً ہر آدمی اپنی راحت کا خیال رکھتا ہے اور اپنی سہولت کے حساب سے سفر کرتا ہے، قطع نظر اس کے کہ جس سے ملاقات کے لیے سفر کیا ہے، اس کا وہ وقت آرام کا ہوگا یا کسی ضروری مصروفیت کا؟ اسی طرح ملاقات کرتے وقت بعض حضرات پان منھ میں رکھ کر گفتگو کرتے ہیں، ظاہر ہے جس آدمی کو پان کی عادت نہ ہو، اُس کو طبعی ناگواری ہوتی ہے۔

بعض لوگ واش بیسن پر جو عموماً ہاتھ دھونے کے لیے ہوتا ہے، ناک صاف کرتے ہیں اور کبھی ایسی بے احتیاطی کہ کچھ ساتھی ابھی دسترخوان پر کھانے میں مشغول ہیں اور یہ جناب طعام سے فارغ ہوکر آواز کے ساتھ ناک صاف کرتے ہیں، یہ عمل بھی بلا شبہ موجود احباب کے لیے گرانی کا باعث ہوتا ہے، ایسے ہی بعض کی عادت یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر ناک میں اُنگلی داخل کرکے گفتگو کرتے ہیں، جس سے شرکاءِ مجلس کو اذیت ہوتی ہے۔

ایسے ہی ملاقات کی ترتیب میں بے اُصولی ہوتی ہے کہ بعض حضرات ہر ملاقاتی سے معانقہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ اول درجے پر سلام ہے، اس کے بعد متعارف سے مصافحہ اور خصوصی تعلق اور محبت کے اظہار کی خاطر معانقہ (گلے ملنا) ہے، یہ کیا کہ ہر کس وناکس سے معانقہ پھر خصوصی تعلق کی نوعیت ہی کیا رہی۔

مقصد عرض کرنے کا یہ ہے کہ روز مرہ کی زندگی سے تعلق رکھنے والے معاملات میں معاشرتی آداب واُصول کا لحاظ رکھا جائے گا، تو کسی کو بھی تکلیف نہ ہوگی، معاشرے میں ہر آدمی کو اس سے راحت ملے گی۔

میرے حضرت مفتی مہربان علی بڑوتیؒ نے ہرسولی کے اپنے مکان میں بیٹھک کے باہر چبوترے سے صحن، غسل خانہ اور بیت الخلاء وغیرہ کا پانی ایک پائپ سے نکلوایا، اس طرح سے کہ راستے سے گزرنے والوں پر چھینٹ نہ پڑے، ایک دن مکان سے مدرسہ جانے کے لیے تشریف لائے، عاجز سے اس پائپ کے فوائد بتائے، فرمایا: ''عموماً لوگ مکان کے باہر پانی وغیرہ کا پائپ لگا کر فارغ ہو جاتے ہیں، اس طرف قطعاً التفات نہیں ہوتا کہ راہ گذرنے والوں کو تکلیف ہوگی، یا بعض پائپ ہی نہیں لگاتے ہیں، پر نالہ پر اکتفاء کرتے ہیں، جو بارش وغیرہ کے موقع پر اذیت کا باعث بنتا ہے'' فرمایا کہ: ''ہمارے گھر کے سب پائپوں کا پانی اس ایک پائپ سے اس طرح نکلتا ہے کہ گذرنے والوں کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو'' بتاؤ اس کو کیا کہیں گے ایک جملے میں بتاؤ، پھر خود ہی فرمایا: یہ ہے معاشرت کا عملی نمونہ''۔

حُسنِ معاشرت کی اہمیت وضرورت اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالنے کے لیے ہم نے چند نمونے اور معروضات پیش کیے ہیں، اس صالح جذبے کے ساتھ کہ ہم اہلِ مدارس خاص طور پر اس کی طرف توجہ مبذول کریں اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی وقیع تالیف ''آداب المعاشرت'' طلبہ واساتذہ میں سنوانے کا اہتمام کریں اور ذمے دارانِ مدارس عملاً اپنی زندگی کے پہلوؤں میں ان کو شامل کریں، تو ان کے اِردگرد رہنے والے اُن کے تلامذہ، متعلقین اور مسترشدین ان کے عمل سے سیکھیں گے، کبھی ان کی روک ٹوک سے سیکھیں گے، کبھی ان کی تنبیہ اور فہمائش سے سیکھیں گے؛ لیکن اگر بڑوں اور اُستاذوں کو ہی پروانہ رہی تو اصاغر سے کیا توقع کی جاسکتی ہے!!

جب ہم معاشرتی آداب کو عملی جامہ پہنانے کا ماحول بنانے پر محنت کریں گے، تو اُمید ہے کہ ان شاء اللہ اچھا معاشرہ وجود میں آئے گا اور نمونہ قائم ہوگا، اور عام مسلمانوں میں بھی رفتہ رفتہ اس کے اثرات منتقل ہوں گے جس کا نفع خود کو بھی ہوگا اور غیروں کو بھی ہوگا۔

❋ ❋ ❋

تبرکات کی شرعی حیثیت

از: مفتی محمد طارق محمود
مدرس ومعین مفتی جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

کسی ذات کے عشق کا لازمی تقاضا ہوتا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے بھی درجہ بدرجہ محبت ہو۔ اس بناپر رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں کو آپ سے تعلق رکھنے والی چیزوں میں سب سے زیادہ محبت آپ ﷺ کے احکام سے ہوگی۔ پھر اپنے درجہ میں حضرات صحابہ وحضرات اہل بیت اور آپ کے نائبین ووارثین یعنی علماء اور اولیاء سے حتی کہ اپنے درجہ میں آپ ﷺ کے لباس تک سے محبت ہوگی۔ اس بارے میں ناواقفیت سے کبھی افراط وتفریط بھی ہو جاتی ہے کبھی اعتقادی کبھی عملی۔ (مأخذہ: تمہید رسالہ بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۸۳/۲۵) زیرنظر مضمون میں اسی افراط وتفریط کی اصلاح کے لیے تبرکات کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

اس مضمون کے ذیلی موضوعات کی فہرست یہ ہے: ۱: صالحین کے آثار سے تبرک کی دلیل شرعی۔ ۲: تبرکات کا درجہ ثبوت معلوم ہونا۔ ۳: جن تبرکات نبویہ کی سند موجود ہو ان کے ساتھ معاملہ۔ ۴: جن تبرکات نبویہ کی سند نہیں، مگر تکذیب کی علامت بھی نہیں۔ ۵: شریعت کے احکام کی تعظیم تبرکات سے زیادہ ہے۔ ۶: تبرکات میں غلو کی اصلاح ضروری ہے۔ ۷: تبرکات کے ادب میں اعتدال کی ضرورت۔ ۸: نعل شریف کے نقش سے برکت حاصل کرنے کا حکم۔ ۹: بزرگوں کے تبرکات۔ ۱۰: تبرکات کے متفرق احکام۔

۱: صالحین کے آثار سے تبرک کی دلیل شرعی: نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے کفن کے لیے اپنا تہبند دیا تھا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: ۱۲۵۳، مختصر) ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ صالحین کے آثار سے تبرک میں اصل ہے۔ (فتح الباری: ۱۲۹/۳، ۱۳۰)

۲: تبرکات کا درجہ ثبوت معلوم ہونا: سب سے پہلی بات جو معلوم ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس تبرک کا ثبوت کس درجے میں ہے؛ تاکہ اعتقاد اور عمل میں اس کے درجۂ ثبوت کی رعایت کی

جاسکے۔۔ثبوت کی کل ۳ قسمیں ہیں۔ا: یقینی۔۲: ظنی۔۳: احتمالی۔تیسری قسم میں اگر تکذیب کی علامت ہوتو اس علامت کے درجے تک نفی کا اعتقاد لازم ہے۔(ماٴخذہ: تمہید رسالہ بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۸۳/۲۵)

قابل اعتماد تاریخی ثبوت اور سند کے بغیر کسی بال کو رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک قرار دینا سنگین بات اور گناہ عظیم ہے۔(معارف الحدیث: ۴۰۵/۴)

۳: جن تبرکات نبویہ کی سند موجود ہو ان کے ساتھ معاملہ: جن تبرکات نبویہ کی سند موجود ہو متواتر یا خبر واحد ان کا اعتقاد درجہ ثبوت میں اور احترام بھی واجب ہے۔اور اس میں کمی کرنا گناہ ہے؛ البتہ اگر کسی کو سند ہی میں کلام ہو اس کا حکم حدیث مجروح جیسا ہوگا علماً اور عملاً۔(ماٴخذہ: بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۹۷/۲۵)

۴: جن تبرکات نبویہ کی سند نہیں؛ مگر تکذیب کی علامت بھی نہیں: حضور ﷺ نے بہت مقدار میں اپنے موئے مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمائے ہیں اور ظاہر ہے کہ صحابہ شرقاً و غرباً منتشر ہوگئے تھے، تو اگر کہیں موئے مبارک پایا جائے تو جلدی سے اس کا انکار نہ کردیا جائے۔ بلکہ اگر سند صحیح سے اس کا پتہ معلوم ہوجائے تب تو اس کی تعظیم کی جائے ورنہ اگر یقینی دلیل افترا و اختراع کی نہ ہو تو سکوت کیا جائے۔یعنی نہ تصدیق کی جائے نہ تکذیب۔مشتبہ امر میں شریعت نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے....(اہل کتاب کی باتوں سے متعلق) بلادلیل مستقل کسی ایک جانب کی تعیین دشوار ہے؛ اس لیے توقف واجب ہے۔یہی حال موئے مبارک کا ہے کہ حضور ﷺ کا بال جہاں بھی ہوگا اس کی حفاظت کی گئی ہے؛ اس لیے عقل تقاضا کرتی ہے کہ اس میں سے کچھ بقایا ضرور موجود ہوگی؛ مگر آج کل جھوٹ کا بھی بازار گرم ہے۔یہ بھی شبہ ہے کہ طمع دنیا سے کہیں جھوٹ موٹ نہ دعوی کیا گیا ہو؛ اس لیے اس کے بارے میں بھی توقف واجب ہے۔نہ تصدیق کی جائے نہ تکذیب؛ مگر سنا ہے مدینہ شریف میں موئے مبارک بسند معتبر موجود ہے۔(خطبات حکیم الامت: ۱۹۲/۳۱، ۱۹۳)

جیسے مختلف فیہ سید کا اگر کوئی ادب کرے تو کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ احکام شرعیہ سے تجاوز نہ کرے۔اور اگر کوئی اس کی سیادت کی نفی کرے؛ مگر اہانت نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔بس (یہی) اس جبہ شریف کے متعلق سمجھ لیا جائے۔میں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی کو ایک عریضہ لکھا۔جس میں سب واقعات کی کیفیت لکھ کر استفسار کیا۔حضرت نے جواب میں لکھا کہ اگر منکرات سے خالی زیارت میسر ہوسکے تو ہرگز دریغ نہ کریں.....محتمل کے ساتھ حقیقت کا سا معاملہ نہ کرنا وہاں

ہے جہاں امارات تکذیب کی ہوں اور جہاں امارات تکذیب نہ ہوں وہاں (حقیقت کا سا معاملہ) کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۵/۳۴۹،ملفوظ: ۳۹۵ملخصا)

احتمال کے ساتھ حقیقت کا سا معاملہ کرنا جب کہ وہ احتمال ناشی عن دلیل ہو اگرچہ دلیل ضعیف ہی ہو اور اس میں کوئی محذورِ شرعی نہ ہو اقرب الی الاحتیاط ہے۔اس دستور العمل کی تائید حدیث صحیح سے ہوتی ہے۔ (بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ،معارف اشرفیہ:۲۵/۹۴،۹۵)

۵: شریعت کے احکام کی تعظیم تبرکات سے زیادہ ہے: اگر کسی مقتدا کے توسع کرنے سے عوام کے حدود سے نکلنے کا خطرہ ہو وہاں مقتدا کو توسع سے رکنا ضروری ہے؛ کیونکہ احکام کی حفاظت وحمایت تبرکات کی زیارت ورعایت سے زیادہ ضروری ہے اور عوام کے دین کی حفاظت یہ بھی حکم شرعی ہے۔دیکھیے سید العاشقین حضرت خواجہ اویس قرنی رحمہ اللہ،باوجود اس کے کہ انھوں نے حضور ﷺ کا زمانہ پایا؛مگر والدہ کی خدمت کے سبب، کہ وہ حکم شرعی تھا؛ کیونکہ وہ محتاج تھیں اور دوسرا کوئی خادم نہ تھا،عمر بھر آتش فراق میں جلتے رہے اور حضور ﷺ کی زیارت نہ کی اور عاشق صادق کا حق ادا کرکے دکھلا دیا۔جب احکام،زیارت ذات پر مقدم ہیں تو زیارت تبرکات پر تو کیوں مقدم نہ ہوں گے؟ (مأخذہ: بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ،معارف اشرفیہ:۲۵/۸۹)

آج کل لوگ باوجود اس کے کہ احکام شرعیہ کی نسبت حضور ﷺ کی طرف دوسری منسوب چیزوں سے زیادہ ہے؛ مگر ان کی وقعت نہیں کرتے؛ حالانکہ، وہ سب سے زیادہ قابل احترام ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت:۱۰/۲۴۷)

۶: تبرکات میں غلو کی اصلاح ضروری: ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ وعظ فرمارہے تھے۔اتنے میں تبرکات نکلے اور لوگ ان کے ساتھ بہت زور شور سے نعت پڑھتے ہوئے آئے؛مگر مولانا نے التفات نہیں کیا۔یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اور انھوں نے یہ کہا کہ مولانا آپ کیا کررہے ہیں؟اٹھیے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے تبرکات کی تعظیم دیجیے۔مولانا اس پر بھی نہ اٹھے۔اس پر لوگوں کو اور اشتعال آیا اور انھوں نے سختی سے کہا۔اس پر مولانا نے فرمایا: اول تو یہ تبرکات مصنوعی ہیں، پھر میں اس وقت بحیثیت نیابت رسول ﷺ فرض تبلیغ انجام دے رہا ہوں، لہٰذا میں نہیں اٹھ سکتا۔اس جواب کو سن کر اور شغب ہوا اور فساد تک نوبت پہنچی؛مگر چونکہ مولانا کے ساتھ بھی فدائی بہت تھے اس لیے فساد نے کوئی خطرناک صورت اختیار نہیں کی اور صرف زبانی ہی تو تو میں میں تک قصہ رہ گیا۔

جب بادشاہ تک مولانا کی شکایتیں پہنچیں تو اس نے آپ کو بلوایا اور واقعے کی تفصیل دریافت

کی۔ مولانا نے پورا واقعہ بیان فرمادیا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تبرکات مصنوعی ہیں اور ان کی تعظیم ہمارے ذمے نہیں ہے۔ اکبر شاہ نے کسی قدر تیز لہجہ میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ ان کو مصنوعی کہتے ہیں! مولانا نے فرمایا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سال بھر میں دو دفعہ وہ تبرکات آپ کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور آپ ایک دفعہ بھی ان کی زیارت کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔ یہ سن کر اکبر شاہ چپ رہ گیا۔ اس کے بعد مولانا نے کسی سے فرمایا کہ ذرا قرآن شریف اور بخاری شریف لاؤ۔ آپ نے ان کو ہاتھ میں لے کر واپس کرایا اور یہ تقریر فرمائی کہ اول تو ان تبرکات میں یہی کلام ہے کہ وہ مصنوعی ہیں یا اصلی؟ لیکن اگر ان کو واقعی بھی مان لیا جائے تب بھی اکثر تبرکات جیسے چادر اور قدم وغیرہ ایسے ہیں کہ ان میں کوئی ذاتی شرف نہیں؛ بلکہ صرف تعلق سے شرف آیا ہے؛ لیکن قرآن شریف کے کلام اللہ اور بخاری شریف کے کلام رسول ہونے میں شبہ نہیں اور کلام اللہ اور کلام رسول کے جناب رسول اللہ ﷺ کی اوڑھی ہوئی چادر وغیرہ سے اشرف ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا؛ مگر باوجود ان سب باتوں کے کلامِ خدا اور کلامِ رسول تمھارے سامنے آیا؛ مگر تم لوگوں نے اسے کوئی تعظیم نہ دی بلکہ اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ لوگ ان تبرکات کی تعظیم ان کے شرف کی وجہ سے نہیں کرتے؛ بلکہ محض رسم پرستی ہے اور کچھ نہیں۔ حضرت نے یہ مضمون نہایت بسط اور واضح تقریر میں ادا فرمایا۔ جب مولانا تقریر فرما رہے تھے تو بادشاہ گردن جھکائے ہوئے خاموش بیٹھا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۵۶-۵۹ ملخصا)

موضع گڑھی خام ضلع مظفر نگر میں ایک واعظ پہنچے۔ وعظ میں بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کے ایک ملبوس خاص کا لفافہ جو ہر سال بدلا جاتا ہے، دیوبند کے مدرسہ میں آیا ہے۔ اور وہ اس قدر فضیلت کی چیز ہے اس کی زیارت کرنا چاہیے۔ اسے سن کر تمام گڑھی کے زن و مرد صحیح و مریض سفر دیوبند کے لیے تیار ہوگئے؛ مگر بعض دانش مندوں کی یہ رائے ہوئی کہ اول حضرت مولانا سے اس کی تحقیق کرلی جائے؛ چنانچہ وہ کئی آدمی تھانہ بھون حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ زیارت اس کی ضرور موجب برکت ہے؛ مگر اتنا اہتمام کہ سفر کرکے جایا جائے ٹھیک نہیں۔ یہ اس کا عرس بنانا ہے۔ جب کبھی ایک دو آدمی دیوبند جائیں تو زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں۔ بہیئت مجموعی سفر نہ کیا جائے۔ بدعت اسی طرح شروع ہوا کرتی ہے۔ اگر وہ اصلی ملبوس شریف بھی ہوتا تب بھی اتنا اجتماع خالی از فتنہ نہیں۔ اور فرمایا کہ یہ خرابی ان ناعاقبت اندیش واعظوں کی ہے کہ اپنی گرم بازاری کے لیے آتش دوزخ سے نجات دیتے پھرتے ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۳۳/۲۹) اس سے معلوم ہوا کہ زیارت تبرکات

کے لیے اہتمام کرکے سفر کرنا بھی غلو اور بدعت کا پیش خیمہ ہے۔

۷: تبرکات کے ادب میں اعتدال کی ضرورت: (تبرکات کی) نہ تعظیم میں غلو کیا جائے جس سے شرک و بدعت کی نوبت پہنچ جائے۔ نہ کسی قسم کی اہانت کی جائے۔ ہر حال میں اعتدال ملحوظ رہے علماً بھی عملاً بھی۔ (مأخذہ: بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۸۷/۲۵)

۸: نعل شریف کے نقش سے برکت حاصل کرنے کا حکم: حضرت تھانوی قدس سرہ نے اپنے رسالے نیل الشفاء بنعل المصطفی ﷺ میں مخصوص شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی تھی۔ لیکن بعد میں عوام کے مفاسد کی وجہ سے اس سے رجوع فرمالیا تھا۔ (دیکھیے: امداد الفتاوی: ۳۷۸/۴، کفایۃ المفتی: ۸۹/۲-۹۹)

۹: بزرگوں کے تبرکات: حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا: قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اور فرمایا: بزرگوں کی صحبت و زیارت بڑی چیز ہے۔ ان کا تو تصور بھی نافع ہے۔ اور یہی اصل ہے تبرکات کی؛ کیونکہ ان کی چیزوں کو دیکھ کر ان کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی یاد سے دل میں نور آتا ہے۔ حق تعالی کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۰۹/۲۳)

اور فرمایا: تبرک کوئی کہاں تک تقسیم کرے؟ عمدہ ترکیب یہ ہے کہ جو چیز تبرکاً لینی ہو وہ لا کر دے دی اور بعد چندے استعمال کے اس کو لے لے۔ عرب میں یہی طریقہ ہے تبرک کا کہ اپنے پاس سے کوئی چیز لائے کہ اس کو استعمال کیجیے، پھر ہمیں دیدیجیے..... مجمع میں سے کسی نے حضرت والا سے پوچھا کہ اپنی چیز لا کر دینے اور واپس لینے سے وہ تبرک تو نہ ہوا جس کو لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی کوئی چیز دیں۔ یہ تو جب ہی ہوسکتا ہے جب اپنی ملک میں سے کوئی چیز دیں۔ فرمایا وہ تو بہت سہل بات ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ وہ چیز ان کی ملک کردے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۶۷/۲۰)

فرمایا: کہنے کی بات نہیں، مجھے بھی شبہ تھا کہ تبرکات میں کیا اثر ہوگا؟ مگر قصہ یہ پیش آیا کہ کیرانہ میں ایک بزرگ تھے۔ قوم کے وہ گوجر تھے۔ انھوں نے مجھ کو ایک چوغہ بنا کر بھیجا۔ میری عادت چوغہ پہننے کی نہیں ہے۔ مگر تبرکارات کو پہن لیتا تھا۔ کئی دن کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تک وہ چوغہ بدن پر رہتا وسوسہ معصیت کا نہ آتا تھا۔ فرمایا مگر باوجود اس کے مجھے زیادہ دلچسپی نہیں تبرکات سے۔ حضرت حاجی صاحب کے تبرکات میں نے سب بانٹ دیے۔ میں نے ان کو اس طرح نہ رکھا جیسے لوگ رکھتے ہیں۔ اعمال سے بھی زیادہ ان کی تعظیم میں غلو کرتے ہیں۔ اصل چیز اعمال ہیں۔ ان کا

اہتمام چاہیے.... حضرت (حاجی صاحب) کے مذاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زیادہ اہتمام پسند نہ تھا۔ ربطِ قلوب چاہیے۔ اس سے کام ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ نماز نہ روزہ۔ بس موئے مبارک لے کر بیٹھ گئے! (ملفوظات حکیم الامت: ۲۰/۱۶۷، ۱۶۸)

حضرت تھانوی قدس سرہ کا ارشاد ہے: (مجھے) بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ شغف نہیں، مثلاً کرتہ وغیرہ۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے؟ اصل چیز تو بزرگوں کا اتباع ہے۔ گو برکت کا میں نے خود مشاہدہ بھی کیا ہے؛ لیکن اہتمام جس کو کہتے ہیں وہ قلب میں نہیں، ویسے برکت کا معتقد ہوں؛ لیکن قلب اس کو لیتا نہیں۔ سمجھتا ہوں کہ ہاں ایک برکت کی چیز ہے۔ پھر فرمایا: بس میرے قلب میں تبرکات کا وہی درجہ ہے عملاً بھی جو شریعت میں ان کا درجہ ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۷/ ۲۷۸)

اور فرمایا: حضرت حاجی صاحب اپنے خادموں کے لیے قیمتی قیمتی چیزیں بھیجا کرتے تھے۔ کہیں تو مرید دیتا ہے پیر کو۔ وہاں پیر دیتے تھے مریدوں کو۔ میرے پاس کئی چیزیں تھیں تبرکات کے طریقہ پر جو حضرت نے عطا کی تھیں؛ مگر میں نے سب تقسیم کر دیں دوستوں کو؛ تاکہ میرے بعد کوئی ان کی دکان نہ بنا لے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۵/ ۶۰)

۱۰: تبرکات کے متفرق احکام: ۱: تبرکات سے برکت حاصل کرنے کا ایک یہ طریقہ بھی ہے کہ بعد موت کے اس کو کفن میں رکھ دیا جائے؛ مگر اس سے قرآن اور دعاؤں کی کتابوں کا کفن میں رکھنا جائز نہ ہوگا۔ (خطبات حکیم الامت: ۳۱/ ۱۹۴)

۲: جو تبرکات انسانی جزء ہیں جیسے بال، ناخن وغیرہ خواہ انبیاء کے ہوں یا غیر انبیاء کے، وہ کسی کی ملک نہیں؛ بلکہ وقف ہیں، اور ان کے محافظ ونگران متولی ہیں۔ (مأخذہ: بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۲۵/ ۹۶)

۳: تبرکات کی زیارت پر معاوضہ لینا جائز نہیں۔ (مأخذہ: بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۲۵/ ۹۷)

۴: تبرکات کی نذر نہ مانی جائے؛ کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوسکتی۔ (مأخذہ: بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۲۵/ ۸۷)

۵: کسی مقتدا یا ذی اثر کے تبرکات کی زیارت میں شرکت سے عوام کسی غلطی میں پڑ جائیں تو وہ اعلانیہ شرکت سے بچے۔ ((مأخذہ: بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ: ۲۵/ ۹۸)

۶: تبرکات پر عطر وغیرہ ملنا مضائقہ نہیں؛ البتہ پھول چڑھانا چونکہ اہلِ بدعت کا شعار ہوگیا ہے

لہٰذا اچھا نہیں۔((مأخذہ: رسالہ بناء القبۃ علی نبأ الجبۃ، معارف اشرفیہ:۹۸/۲۵)

۷: موئے مبارک کی زیارت کے لیے زیارت گاہیں قائم کرنا اور زیارت کے لیے خاص ایام میں مردوں عورتوں کا جمع ہونا اور اس واسطے منت ونذر ماننا جائز نہیں۔ یہ سب امور بدعت ہیں۔ (امدادالاحکام:۲۱۲/۱)

۸: بزرگوں کے تبرکات میں ایک عام بے عنوانی ہورہی ہے کہ ان میں میراث جاری نہیں کرتے؛ حالانکہ وہ کسی کی ملک ہی تھے؛ اس لیے کسی ایک کا مثلاً صاحب سجادہ کا ان پر قبضہ رکھنا جائز نہیں۔سندھ میں ایک بزرگ نے جو کہ پیرجھنڈا مشہور ہیں، اپنے اخیر وقت میں اپنے ورثاء کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد جو معاملات پیش آئیں تھانہ بھون سے فتوی منگا کر عمل کرنا۔ان کے یہاں تبرکات بھی تھے۔ میں نے ان کے متعلق بھی ان لوگوں کو لکھ دیا تھا کہ ان میں میراث جاری کرنا واجب ہے۔اور وقف کی تاویل اس لیے نہیں ہوسکتی کہ منقول غیر معتاد الوقف کا وقف جائز نہیں؛ مگر کوئی جواب نہیں آیا۔(ملفوظات حکیم الامت:۵۴/۲۶) فرمایا: اگر ایک ہی وارث قبضہ کرلے تو وہ مغصوب ہوجائیں گے۔ پھر مجھ کو ان کی زیارت کے جواز میں بھی شبہ ہوگیا ہے؛ کیونکہ انتفاع عن المغصوب جائز نہیں۔(ملفوظات حکیم الامت:۲۴۱/۲۶)

۹: ایک رئیس زادہ کا ایک اونی کرتہ دیا ہوا ان کی رضامندی سے بعد استعمال (حضرت تھانوی قدس سرہ نے) واپس فرمایا، تو اس خیال سے کہ ان صاحب کی دل شکنی نہ ہو یہ تحریر فرمایا کہ اس کو بطور یادگار محبت کے اپنے پاس رکھیے۔ پھر فرمایا کہ میں نے یہ الفاظ ان کی خاطر سے لکھ دیے؛ تاکہ ان کو واپس لینے میں عار نہ ہو۔اس پر عرض کیا گیا کہ وہ تو اس کو تبرک سمجھیں گے۔فرمایا: وہ جو کچھ چاہیں سمجھیں۔ باقی میں نے اسی لیے یادگار محبت کا لفظ لکھا ہے کہ اپنی چیز کو تبرکاً دینا حرام ہے۔ یہ میں نے فتوی کی شکل میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی سے سنا ہے۔ جس کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اس نے اپنے کو بزرگ سمجھا؛ حالانکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: فلاتزکوا انفسکم۔اپنی چیز کو تبرکاً دینا کبر ہے اور دعوی ہے بزرگی کا جو حرام ہے۔تبرک کے متعلق تو یہ فتوی مولانا سے سنا۔اور کشف کے متعلق ایک امی بزرگ کا یہ قول نظر سے گزرا کہ اگر کسی کو دوسرے کے معائب (عیوب) کا کشف ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ فوراً اپنی توجہ ہٹائے؛ کیونکہ اس میں خوض کرنا یہ بھی تجسس میں داخل ہے جو از روئے آیت لاتجسسوا حرام ہے۔(ملفوظات حکیم الامت:۱۰/۱۰۴،۱۰۵)

امام محمد بن حسن شیبانی؛ حالات وواقعات

از: مولانا عصمت اللہ نظامانی
استاد جامعہ دارالعلوم کراچی

امام ابوحنیفہ کے تلمیذِ رشید اور مذہبِ حنفی کے مدون اول امام محمد بن حسن شیبانی کی علمی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بیشمار اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا، ایک طرف وہ ذہین، حاضر جواب اور بیدار مغز فقیہ تھے تو دوسری طرف دنیا اور اس کی رنگینیوں سے بے نیاز، زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، علمِ دین کی راہ میں سب کچھ قربان کردیا، سخاوت اور اہل علم کی معاونت کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ امام شافعیؒ جیسے فقیہ بھی ان کی بے طرح تعریف ومدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں، ظاہری خوبصورتی اور باطنی حسن دونوں کے جامع تھے، اور علمِ فقہ کی تدوین، ترتیب اور کتابت وتحریر میں ان کا ہمسر ملنا مشکل ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی ایک ہستی نہیں؛ بلکہ پوری علمی انجمن کا نام ہے جس کے علمی کارہائے نمایاں سے رہتی دنیا تک لوگ مستفید ہوتے رہیں گے۔ ذیل میں انھیں جلیل القدر فقیہ کے حالاتِ زندگی مختصر طور پر قلمبند کیے جارہے ہیں۔

نام ونسب اور ولادت

ان کا مکمل نام ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی ہے، سن 132ھ کو شہر واسط میں ان کی ولادت ہوئی، پھر ان کے والد انھیں وہاں سے کوفہ لے آئے اور وہیں ان کی پرورش ہوئی۔(۱)

حسن وجمال

امام محمدؒ نہایت حسین وجمیل تھے، بڑے بڑے مشائخ نے ان کی خوبصورتی کا اعتراف کیا ہے؛ بلکہ امام محمدؒ کے لڑکپن اور نوجوانی کے دور میں اہلِ علم ان کے ساتھ چلنا بھی نامناسب سمجھتے تھے، مشہور محدث امام وکیع فرماتے ہیں:

کنا نکرہ أن نمشی معہ فی طلب الحدیث لأنہ کان غلاما جمیلاً۔(۲)

ہم طلبِ حدیث کے لیے امام محمد کے ساتھ چلنا پسند نہیں کرتے تھے؛ کیونکہ وہ خوبصورت لڑکے تھے۔
اور امام شافعی فرماتے ہیں:

أول ما رأيت محمدا وقد اجتمع النّاسُ عليه، فنظرتُ إليه فكان من أحسنِ النّاس وجهًا، ثم نظرتُ إلى جبينه فكأنه عاج، ثم نظرتُ إلى لباسِهِ فكان من أحسنِ النّاس لباساً.(۳)

پہلی مرتبہ میں نے امام محمد کو دیکھا کہ لوگ ان کے اردگرد جمع تھے، جب میں نے انھیں دیکھا تو وہ لوگوں میں سب سے حسین چہرے والے تھے، پھر میں نے ان کی پیشانی پر نظر ڈالی تو وہ ہاتھی کے دانت کی طرح سفید تھی، پھر لباس دیکھا تو وہ بھی بہترین تھا۔

اسی وجہ سے جب ان کے والد امام ابوحنیفہ کے پاس امام محمد کو تعلیم دینے کی غرض سے لائے تو امام صاحب نے ان سے امام محمد کا سر منڈانے اور اس کو پرانے کپڑے پہنانے کو کہا؛ تاکہ دوسرے لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔(۴)

امام ابوحنیفہ سے پہلی ملاقات

امام محمد کا شمار امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگردوں میں ہوتا ہے، ان کی امام ابوحنیفہ سے پہلی ملاقات کا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام محمد کا گزر ایک مسجد سے ہوا، جہاں امام ابوحنیفہ درس دے رہے تھے، تو وہ دروازے کے پاس کھڑے ہوکر امام صاحب کا درس سننے لگے، وہاں ایک فقہی مسئلہ بیان ہورہا تھا کہ اگر کوئی نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور رات کو عشاء کا وقت ختم ہونے سے پہلے اسے احتلام ہوجائے، تو وہ اس رات کی عشاء نماز کا دوبارہ پڑھے گا۔

اور یہی معاملہ اس رات امام محمد کو پیش ہوا تھا، لہٰذا انہوں نے مسجد میں داخل ہوکر نماز کا اعادہ کیا۔ امام ابوحنیفہ نے انھیں بلاکر پوچھا کہ یہ کون سی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا، یہ سن کر امام ابوحنیفہ نے ان سے کہا:

يا غلامُ الْزِمْ مجلسَنا فإنَّكَ تَفْلَحُ.(۵)

ترجمہ: اے بچے! ہماری مجلس کو لازمی اختیار کرو، بیشک تم کامیاب ہوگے۔

ایک ہفتے میں حفظِ قرآن

امام محمدؒ نہایت قوی استعداد اور عمدہ حافظہ کے مالک تھے، جس کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں تقریباً ایک ہفتہ میں قرآن پاک اچھی طرح حفظ کرلیا، اس کا قصہ یہ ہے کہ امام محمد نے

جب امام ابوحنیفہ کی خدمت میں آکر استفادہ کے لیے عرض کیا تو امام ابوحنیفہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن پاک یاد ہے یا نہیں؟ اور چونکہ امام محمد کو مکمل قرآن یاد نہیں تھا، لہٰذا وہ واپس لوٹ آئے اور ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ امام ابوحنیفہ کی مجلس حاضر ہوئے اور بتایا کہ میں نے قرآن پاک مکمل حفظ کرلیا ہے۔(۶)

امام محمد کا علمی انہماک

امام محمد رحمہ اللہ ہمہ وقت علمی کاموں مشغول رہتے تھے، اور ایسے امور سے پرہیز کرتے تھے، جو ان کے لیے حصولِ علم اور اس کی نشر واشاعت میں رکاوٹ کا باعث بنتے۔ علم کی راہ میں انہوں نے ایسی یکسوئی اختیار کی کہ تاریخ میں اس کی نظیر ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تحصیل علم کا شوق وانہماک اتنا کہ اپنی ذات کو بھی بھلا دیتے تھے، ہر اس چیز سے کنارہ کشی اختیار کی جو علم کے راستے میں سدِّ راہ ہو؛ چنانچہ امام محمد کے علمی انہماک کے چند واقعات درجِ ذیل ذکر کیے جاتے ہیں:

۱- امام محمد نے اپنے اہل وعیال کے نفقہ وغیرہ کے لیے ایک وکیل مقرر کردیا تھا، جو ان کی ضروریات پوری کرتا اور جس چیز کی حاجت ہوتی، انھیں میسر کرتا؛ تاکہ ان امور میں مشغول ہوکر ذہن منتشر نہ ہو، اور یکسوئی کے ساتھ علمی کام کرسکیں؛ چنانچہ ان کے شاگرد محمد بن سماعہ فرماتے ہیں:

قال محمدُ بنُ الحسن لأهلِه: لا تسألونى حاجةً من حوائجِ الدنيا تشغلوا قلبى، وخذوا ما تحتاجون إليه من وكيلى فإنه أقل لِهَمِّى، وأفرغُ لقلبى.(۷)

ترجمہ: امام محمد نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ دنیاوی ضروریات میں سے حاجت مجھ سے مت مانگو، کہ اس سے میرا دل مشغول ہوجائے گا اور جس چیز کی تمھیں ضرورت ہو، وہ میرے وکیل سے لے لو؛ کیونکہ یہ میری فکروں کو کم کرے گا، اور میرے دل کو زیادہ یکسو رکھے گا۔

۲- امام محمد اپنا وقت قیمتی بنانے اور اسے مطالعۂ کتب اور تالیف وتصنیف وغیرہ میں صرف کرنے کی خصوصی کوشش کرتے تھے، لہٰذا گھر میں بھی وہ کتابوں کے درمیان گھرے رہتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے، جیسا کہ ان کی دلختِ جگر بیان فرماتی ہیں:

حدثنى ابن بنت محمد بن الحسن قال: قلت لأمى: صفى ما كان جدى يعمل فى منزله؟ قالت: كان والله يا بنى يكون فى هذا البيت وحوله الكتب، ما كنت أسمع له كلمة غير أنى كنت أراه يشير بحاجبه وإصبعه.(۸)

امام محمد کے نواسے نے ایک مرتبہ اپنی والدہ سے کہا: امی! کچھ بیان کیجیے کہ نانا جان اپنے گھر

میں کیا کرتے تھے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! اے میرے بیٹے! وہ اس گھر میں ہوتے تھے، چاروں طرف کتابیں رکھی ہوتی تھیں، میں انھیں باتیں کرتے ہوئے نہیں سنتی تھی، بوقتِ ضرورت بھوؤں یا ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔

٣-علمی انہماک اس قدر تھا کہ انھیں اپنے آپ کو سنوارنے اور اپنی ظاہری حالت کی طرف نظر کرنے کی بھی فرصت نہیں ہوتی تھی؛ چنانچہ ان کے شاگرد محمد بن سماعہ فرماتے ہیں:

بَلَغَ شغلُه بالعلم أنه كان يُوَسَّخُ لباسُه و لا يتفرغُ لنزعِه.(٩)

امام محمد کی علم کے ساتھ مشغولیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ان کے کپڑے میلے ہو جاتے تھے؛ لیکن انھیں اتار کر دوسرے کپڑے پہننے کی فرصت نہیں ہوتی تھی۔

طلبہ کے ساتھ تعاون

امام محمد کے اعلی صفات میں سے ایک یہ صفت بھی تھی کہ وہ اپنے پاس آئے ہوئے طلبہ کی ضروریات کا خیال رکھتے اور ان کے ساتھ مالی تعاون کرتے رہتے تھے، جیسا کہ درج ذیل دو واقعات سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگی۔

١- ایک مرتبہ امام محمد کے مشہور شاگرد اسد بن فرات اپنے استاد کے درس میں شریک تھے کہ اتنے میں ایک سبیل کا پانی تقسیم کرنے والا آواز لگاتا ہوا آیا، یہ دوڑ کر وہاں گئے اور پانی پیا، جب واپس آئے تو امام محمد نے انھیں اس پر تنبیہ کی، اس پر انھوں نے بتایا کہ وہ مسافر ہیں، لہٰذا پیاس کی وجہ سے انھیں سبیل کا پانی پینا پڑا۔ پھر وہ فرماتے ہیں:

ثم انصرفت فلما كان عند الليل إذا أنا بإنسان يدق البابَ، فخرجتُ إليه، فإذا خادمُ محمد بن الحسن فقال: مولاىَ يقرأ عليك السلام ويقول لك: ما علمت أنك ابن سبيل إلا فى يومى، فخذ هذه النفقةَ فاستعِنْ بها على حاجَتِك. ثم دَفَعَ إلىَّ صرةً ثقيلةً فقلتُ فى نفسى: هذه كلُّها دراهم، ففرحتُ بها، فلما دخلتُ منزلى فتحتها فإذا فيها ثمانونَ ديناراً.(١٠)

ترجمہ: میں واپس لوٹا، جب رات کا وقت ہوا تو ایک شخص دروازا کھٹکھٹانے لگا، میں نے باہر نکل کر دیکھا تو وہ امام محمد کا خادم تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرے مالک نے آپ کو سلام کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے یہ بات آج ہی معلوم ہوئی ہے کہ آپ مسافر ہیں، لہٰذا یہ کچھ نفقہ لیجیے اور اس کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرنے میں مدد حاصل کیجیے، پھر اس نے ایک بھاری تھیلی مجھے دی، میں نے دل میں

کہا کہ یہ سب درہم ہوں گے، لہٰذا میں خوش ہوا، جب گھر جا کر میں اسے کھولا تو اس میں اسی (80) دینار تھے۔

۲-امام محمد کے امام شافعی کے ساتھ مالی تعاون کرنے کے بارے میں ابوعبید کہتے ہیں:

رأيتُ الشافعي عند محمدَ بنِ الحسن وقد دفعَ إليه خمسينَ دينارًا وقد كان دَفَعَ إليه قبلَ هذا خمسينَ درهماً.(۱۱)

ترجمہ: میں نے امام شافعی کو امام محمد کے پاس دیکھا تھا، امام محمد نے انھیں پچاس دینار دیے تھے اوراس سے پہلے بھی انہوں نے پچاس درہم دیے تھے۔

امام ابوحنیفہ کا دفاع

امام محمد رحمہ اللہ اپنے استاد امام ابوحنیفہ سے بہت محبت کرتے، ان کا احترام کرتے تھے اور مخالفین کے سامنے امام ابوحنیفہ کا عمدہ طریقے سے دفاع کرتے تھے؛ چنانچہ فقہی مسائل میں جب فقہائے کرام کا اختلاف بیان کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ کا مذہب ذکر کرتے تو اس کے دلائل بھی ذکر کرتے تھے، اگر چہ خود امام محمد کی نظر میں وہ مذہب کمزور ہی کیوں نہ ہو؛ چنانچہ ایک جگہ امام ابوحنیفہ اور اہلِ مدینہ یعنی امام مالک کا مذہب ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

قول اهل المدينة فى هذا أحبُ إلىَّ مِنْ قولِ أبى حنيفة وإن كنتُ احتججتُ لأبى حنيفةَ بِحُجَّةٍ ثَابتةٍ لم تر أهلُ المدينة بمخرجٍ منها.(۱۲)

ترجمہ: اس مسئلہ میں اہل مدینہ کا قول ہمیں امام ابوحنیفہ کے قول سے زیادہ پسند ہے، اگر چہ میں نے امام ابوحنیفہ کے لیے ایسی ثابت حجت و دلیل سے استدلال کیا ہے کہ اہل مدینہ اس کا جواب دینے کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔

مجلسِ مناظرہ میں خندہ جبیں

امام محمد رحمہ اللہ کی اعلی صفات اور بہترین اخلاق میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اگر ان سے کوئی علمی اختلاف، یا بحث ومباحثہ اور مناظرہ کرتا تو اس وقت بھی آپ خوش اخلاق اور خندہ جبین رہتے تھے، مخالف کے اختلاف وغیرہ سے کسی قسم کی ناگواری محسوس نہیں کرتے تھے؛ چنانچہ اس بات کی گواہی جلیل القدر فقیہ امام شافعی نے بھی دی ہے، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

وما رأيتُ أحدًا سُئِلَ عن مسألةٍ فيها نظرٌ إلّا رأيتُ الكراهةَ فى وَجْهِهِ إلّا محمدَ بنَ الحسن.(۱۳)

یعنی میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس سے کوئی قابل اشکال مسئلہ کے بارے میں سوال کیا اوراس کے چہرہ پرناپسندیدگی کے اثرات نہ ہوں،سوائے امام محمد بن حسن کے۔

وما ناظرتُ أحدًا إلّا تَغَيَّرَ وجهُه، ما خَلا محمدٍ بن الحسن.(۱۴)

ترجمہ: میں جس سے بھی مناظرہ کیا،تواس کا چہرہ کچھ متغیر ہوا،سوائے امام محمد بن حسن کے۔

اسی طرح امام محمد اور عیسی بن ابان کی اول ملاقات سے بھی یہ بات بالکل عیاں ہوتی ہے کہ مخالفین کے ساتھ بھی علمی اختلاف کے وقت امام محمد حلم وبردباری اورنرمی وخوش اخلاقی سے پیش آتے تھے،اس ملاقات کی تفصیل یہ ہے کہ مشہور ومعروف اصولی وفقیہ عیسی بن ابان کواللہ تعالیٰ ذہانت کے ساتھ احادیث میں درک اور مہارت سے نوازتھا۔ابتداء میں وہ احناف کے خلاف تھے،اورسمجھتے تھے کہ امام ابوحنیفہ اوران کے تلامذہ احادیث مخالف کرکے قیاس اوررائے کوترجیح دیتے ہیں؛ چناچہ محمد بن سماعہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسی بن ابان میرے ساتھ نمازِ فجر ادا کی،اتفاق سے اس دن امام محمد کی مجلس درس بھی تھی،لہٰذا میں اصرار کرکے عیسی بن ابان کواس کی مجلس میں بٹھایا،اور جب امام محمد اپنے درس سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ عیسی بن ابان ہیں،ذہین ہونے کے ساتھ حدیث کی معرفت بھی رکھتے ہیں؛لیکن جب میں ان کوآپ کی طرف بلاتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم احادیث کی مخالفت کرتے ہیں۔یہ سن کرامام محمد،عیسی بن ابان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:

يا بُنَيَّ ما الذى رأيتَنَا نخالِفُه مِنَ الحديثِ

ترجمہ:اے میرے بیٹے! آپ نے وہ کون سی حدیث دیکھی ہے جس کی ہم مخالفت کرتے ہیں؟

چنانچہ عیسی بن ابان نے احادیث کے پچیس ابواب کے بارے سوال کیا،امام محمد ان کا جواب دینے لگے اور دیگر احادیث ودلائل کے ذریعے ان میں سے منسوخ احادیث کو بیان کیا۔

راوی محمد بن سماعہ کہتے ہیں:

فالتفتَ إلَيَّ بعدما خرجنا فقال كان بيني وبين النور ستر فارتفع عني ما ظننتُ أن في ملكِ الله مثلُ هذا الرجل.(۱۵)

ترجمہ: وہاں سے نکلنے کے بعد عیسی بن ابان میری طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ میرے اورنور کے درمیان ایک پردہ تھا جو میرے سامنے سے اٹھ گیا،میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اس جیسا آدمی ہوگا۔

لہٰذا اس دن کے بعد امام محمد کے درس میں پابندی سے شریک ہونے لگے،یہاں تک امام محمد

کے خصوصی تلامذہ اور احناف کے عظیم فقہاء میں ان کا شمار ہونے لگا۔ اس قصہ سے جہاں امام محمد کی علمِ حدیث میں مہارت ثابت ہوتی ہے، وہیں مخالفین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اور بوقت اختلاف خوش اخلاقی کے ساتھ اپنا مدّعی پیش کرنا بھی واضح ہوتا ہے۔

امام محمد امام شافعی کی نظر میں

امام محمد کے اجل تلامذہ اور خصوصی شاگردوں میں ایک جلیل القدر فقیہ امام شافعی ہیں۔ امام شافعی نے امام محمد بہت تعریف کی ہے اور اپنے استاذ امام محمد کی ثنا گوئی اور مدح سرائی ایسے بلند الفاظ کے ساتھ کی ہے کہ شاید ہی کسی دوسرے استاذ کی ایسی تعریف کی ہو اور بقول علامہ ابن العماد العکر ی کے کہ امام محمد کی تعریف کرنا امام شافعی سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے؛ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

وکان الشافعی –رضی اللّٰہ عنہ – یثنی علی محمد بن الحسن ویفضّلہ، وقد تواتر عنہ بألفاظٍ مختلفة.[۱۶]

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ امام محمد کی تعریف کرتے اور ان کو فضلیت دیتے تھے اور یہ بات ان سے مختلف الفاظ کے ساتھ تواتر سے ثابت ہے۔

اس سلسلے میں امام شافعی کے چند اقوال حسبِ ذیل ہیں:

۱– ما رأتْ عینایَ مثلَ محمدٍ بنِ الحسنِ، ولم تَلِدِ النساءُ فی زمانِہ مثلَہ.[۱۷]

ترجمہ: میری آنکھوں نے امام محمد بن حسن جیسا شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی ان کے زمانے میں عورتوں نے ان جیسا کوئی جنا تھا۔

۲– أَمَنُّ الناسِ علیَّ فی الفقہِ محمدٌ بنُ الحسنِ.[۱۸]

ترجمہ: علمِ فقہ میں مجھ پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے محمد بن حسن ہیں۔

۳– کان أفصحُ الناسِ کان إذا تکَلَّمَ خُیِّلَ إلی سَامِعِہِ أن القرآنَ نَزَلَ بلُغتِہ.[۱۹]

ترجمہ: امام محمد لوگوں میں سب سے زیادہ فصاحت والے تھے، جب کوئی بات کہتے تو سننے والے کو خیال ہوتا کہ قرآن پاک انھیں کی زبان میں اترا ہے۔

۴– ما رأیتُ رجلا أعلمَ بالحلالِ والحرامِ، والعللِ، والناسخِ والمنسوخِ من محمدٍ بنِ الحسنِ.[۲۰]

ترجمہ: میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام محمد بن حسن سے زیادہ حلال وحرام، عللِ حدیث اور ناسخ ومنسوخ کو جاننے والا ہو۔

۵- جب امام شافعی سے پوچھا گیا کہ آپ نے امام مالک اور امام محمد دونوں کی صحبت اختیار کی ہے، اور دونوں حضرات سے شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے، لہٰذا ان دونوں میں بڑا فقیہ کون ہے؟ تو امام شافعی نے جواب دیا:

محمد بن الحسن أفقهُ نفسًا منه.(۲۱)

ترجمہ: امام محمد بن حسن نفس کے اعتبار سے امام مالک سے زیادہ فقیہ ہیں۔

اسی طرح اور بھی کئی اقوال ہیں جنھیں جمع کرنے کے ایک دفتر چاہیے؛ لیکن ذکر کردہ اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ امام شافعی کی نظر میں امام محمد کا بہت بڑا مقام اور بلند رتبہ تھا۔

فرض شناسی اور احساس ذمہ داری

امام محمد رحمہ اللہ ہمہ تن خدمتِ دین میں مشغول رہتے تھے، اور علمی کاموں میں دلجمعی اور انہماک سے مصروف رہتے تھے، علمِ فقہ میں مرجع الخلائق ہونے کی وجہ سے انھیں اپنی ذمہ داری کا بہت احساس تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنی راحت وآرام سب تج دیتے، اور اپنی ضروریات اور حوائج قربان کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے، چنانچہ ان کا ایک معمول یہ تھا کہ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے، اکثر حصہ علمی مشاغل میں گزار دیتے تھے۔ اس بارے میں ان سے دریافت کیا گیا:

فقيل: لم لا تنام؟ قال: كيف أنامُ؟ وقد نامَتْ عيونُ المسلمين توكلًا علينا، ويقولون: إذا وَقَعَ لنا أمرٌ رفعناهُ إليه، فيكشفُه لنا.(۲۲)

آپ رات کو سوتے کیوں نہیں؟ جواب دیا کہ میں کیسے سوجاؤں؛ جب کہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم پر بھروسہ کرکے سوئی ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوگا تو اس کی طرف لے جائیں گے تو وہ ہمارے لیے مسئلہ کا حل بیان کرے گا۔

سلاطین سے مرعوب نہ ہونا

امام محمدؒ ملوک وسلاطین سے بالکل مستغنی تھے، وہ ایک باوقار اور عزتِ نفس رکھنے والے عالم تھے، عام لوگوں کی طرح سلاطین کی طرف مائل یا ان سے مرعوب نہیں ہوتے تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ امام محمد کچھ لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ہارون الرشید کا گزر ہوا، تمام لوگ اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے؛ مگر امام محمد بدستور بیٹھے رہے۔(۲۳)

وفات پُر ملال

پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر حصولِ علم اور اس کی نشر واشاعت میں فنا کرکے

بالآخر یہ جلیل القدر فقیہ سن 189ھ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے(۲۴) امام محمد کی وفات کے بعد انھیں ایک شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ امام محمد نے جواب دیا کہ مجھے بخش دیا گیا اور کہا گیا:

إنی لَمْ أجعلك وعاءً للعلم وأنا أريدُ أن أُعَذِّبَكَ.(۲۵)

یعنی میں تم کو علم کا ظرف اس لیے نہیں بنایا تھا کہ میں تمھیں عذاب دوں۔

* * *

حواشی وحوالہ جات:

(۱) مناقب أبی حنيفة وصاحبيه للذهبی، (ص:79)، الناشر: لجنة إحياء المعارف النعمانية–الهند، ط:1408هـ

(۲) الجواهر المضية فی طبقات الحنفية للقرشی، (1/526)، الناشر: مير محمد كتب خانه، كراتشی

(۳) شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابن العماد الحنبلی، (2/409)، الناشر: دار ابن كثير – بيروت، ط: 1406هـ –1986م

(٤) الجواهر المضية فی طبقات الحنفية للقرشی، (1/526)

(٥) المبسوط للسرخسی، (2/174)، الناشر: دار الفكر – بيروت، ط:1421هـ/2000م

(٦) انظر! بلوغ الأمانی للكوثری، (ص:6)، الناشر: المكتبة الأزهرية للتراث، ط:1418هـ–1998م

(۷) تاريخ بغداد للخطيب، (2/561)

(۸) فضائل أبی حنيفة وأخباره لابن أبی العوام (ص:350)، الناشر: المكتبة الإمدادية – مكة المكرمة، ط: 1431هـ – 2010م

(۹) مناقب الإمام الأعظم للكردری، (2/162)

(۱۰) رياض النفوس لأبی بكر المالكی، (1/258)، الناشر: دار الغرب الإسلامی، بيروت – ط: 1414هـ/1994م

(۱۱) تاريخ دمشق لابن عساكر، (51/296)، الناشر: دار الفكر – بيروت، ط؟ 1415هـ/1885م

(۱۲) الحجة على أهل المدينة للإمام محمد الشيبانی، (1/128)، باب متابعة الإمام فی الجلوس والقيام، الناشر: عالم الكتب – بيروت، ط: 1403هـ

(۱۳) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء لابن عبد البر، (ص:69)، الناشر: دار الكتب العلمية –بيروت

(١٤) مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه للذهبی، (ص:81)، الناشر: لجنة إحياء المعارف النعمانية – الهند، ط: 1408هـ

(۱٥) أخبار أبی حنيفة للصيمری، (ص:132)، الناشر: عالم الكتب – بيروت، ط: 1405هـ/1985م

(۱٦) شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابن العماد العكری، (2/409)، الناشر: دار ابن كثير – بيروت، ط:1406هـ – 1986م

(۱۷) مناقب الإمام الأعظم للكردری، (2/149)، الناشر: دائرة المعارف النظامية – حيدرآباد الدكن، الهند

(۱۸) تاريخ بغداد للخطيب، (2/561)، الناشر: دار الغرب الإسلامی – بيروت، ط: 1422هـ–2002م

(۱۹) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء لابن عبد البر، (ص:174)

(۲۰) شذرات الذهب لابن العماد العكری، (2/410)

(۲۱) المصدر السابق

(۲۲) مناقب الإمام الأعظم للكردری، (2/163)

(۲۳) تاريخ بغداد للخطيب، (2/561)، الناشر: دار الغرب الإسلامی– بيروت، ط: 1422هـ–2002م

(٢٤) الطبقات الكبرى لابن سعد، (7/242)، رقم الترجمة:3505، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، ط:1410هـ– 1990م

(۲٥) تاريخ بغداد للخطيب، (2/561)

☆ ☆ ☆

نئی کتابیں

(۱)

نام کتاب : منتخب فتاویٰ دار العلوم دیو بند (۱۴۳۸ھ=۲۰۱۶م)

ترتیب وتبویب: جناب مفتی محمد حبان بیگ قاسمی، معاون مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیو بند

ملاحظہ : حضرت مفتی محمد امین پالن پوری صاحب مدظلہ العالی

حسب ہدایت: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

اشاعت : ۱۴۴۵ھ=۲۰۲۳م صفحات: ۵۶۰

ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیو بند

تعارف نگار : ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیو بند

====================

میرے سامنے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاوی میں سے منتخب فتاوی کی ایک جلد ہے، جس میں ۱۴۳۸ہجری مطابق ۲۰۱۶عیسوی میں لکھے ہوئے فتاوے کا انتخاب شائع کیا گیا ہے، یہ فتاوی دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کے قلم سے صادر ہوئے ہیں، یعنی حضرت استاذ محترم مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی، حضرت استاذ محترم مفتی محمود حسن بلندشہری، مفتی زین الاسلام قاسمی، مفتی وقار علی نالندوی، مفتی فخر الاسلام کشی نگری، مفتی محمد نعمان سیتاپوری، مفتی اسداللہ آسامی اور مفتی محمد مصعب علی گڑھی کے لکھے ہوئے فتاوے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے قابل قدر مہتمم حضرت مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم اور اربابِ حل و عقد کا یہ حسین ترین اقدام ہے اور یہ کام بڑا ہی قابلِ قدر ہے۔ کہ انھوں نے یہ قیمتی تحفہ قارئین کے سامنے پیش کرنے کا پروگرام بنایا۔ معلوم ہوا ہے کہ ہر سال کے فتاوی کا انتخاب شائع ہوگا یہ ۱۴۳۸ھ کا ہے، اب آگے ۱۴۳۹ھ-۱۴۴۰ھ اسی طرح آگے سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہ سلسلہ اہلِ ذوق کے لیے کافی مفید ہوگا، جیسا کہ اس سے پہلے بھی ’’چند اہم عصری مسائل‘‘ کے نام سے دو جلدیں شائع ہوکر

قارئین سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں؛ مگر وہ صرف ایک مفتی صاحب کے لکھے ہوئے فتاوے تھے، موجودہ مجموعے میں سارے مفتیانِ کرام کے فتاوے ہیں، اس کے مرتب جناب مفتی محمد حبان بیگ قاسمی ہیں، ان کی تربیت میں خاص طور سے حضرت استاذ محترم مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے دلچسپی لی تھی، جس کی برکت سے ان کو تصنیف وتالیف اور تحقیق وتعلیق کا خاص ذوق حاصل ہوا، رد المحتار کے ابتدائی حصے پر بھی مفتی محمد حبان نے تحقیق وتعلیق کا کام کیا ہے۔ پیش نظر منتخب فتاوی میں انھوں نے بڑی دلچسپی سے ترتیب وتہذیب، عنوان سازی اور ابواب بندی کا کام انجام دیا ہے، ترتیب دینے کے بعد سارے مفتیانِ کرام کو ان کے فتاوی نظر ثانی کے لیے پیش کیے، سب نے خود سے اپنے اپنے فتاوے پر نظر ثانی کی اور حسبِ موقع حذف واضافہ بھی کیا اور حوالہ جات بھی بڑھائے، بہت سی جگہوں میں مرتب نے بھی حوالے بڑھائے ہیں، اور احتیاط کی بات یہ ہے کہ اصل فتاوی میں مرتب نے نہ تو گھٹایا ہے اور نہ بڑھایا ہے، جیسا کہ اس کی صراحت ''پیش لفظ'' میں موجود ہے، پھر سارے فتاوی پر اصل رجسٹر میں لکھا ہوا نمبر ڈالنے کا کام بھی کیا، ڈاک بہی نمبر بھی ڈال دیا؛ تاکہ بعد میں رجوع کرنے والا اگر چاہے تو اصل رجسٹر کو بھی دیکھ سکے۔

جب ترتیب، تحقیق، مراجعت اور حوالہ جات کی تخریج مکمل ہوگئی تو نائب شیخ الحدیث ومرتب فتاویٰ حضرت مفتی محمد امین صاحب پالن پوری زید مجدہ نے شروع سے اخیر تک نہایت گہری نظر سے دیکھا اور مفید اصلاحات فرما کر کتاب کے اعتماد میں چار چاند لگا دیے، خود حضرت مفتی صاحب تقریظ میں لکھتے ہیں: ''احقر نے پورے مجموعے کو از اول تا آخر دیکھا، میری دانست میں تمام جوابات صحیح ہیں اور حوالوں سے مزین ہیں''۔ حضرت مفتی صاحب کی یہ تصدیق نہایت قیمتی ہے، اس سے منتخب فتاوی کہ اعتماد میں مزید اضافہ ہوگیا ہے، اب یہ فتاوی ایسے ہیں جن کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

خود مرتب محترم صاحبِ ذوق ہیں، یہ مجموعۂ فتاوی ان کی محنتوں کا شاہد عدل ہے۔ منتخب فتاوی کے اس مجموعے میں قران وسنت، سیرت وتفسیر، تقلید وعقیدہ، شرک وبدعت، اسلام کے خلاف اعتراضات، طہارت، نماز، جنازہ، روزہ، اعتکاف، زکوۃ، صدقہ، خرید وفروخت، کرایہ داری، شراکت داری، ملازمت اور کمپنیوں سے متعلق مسائل پیش کیے گئے ہیں۔

جدید مسائل کی تعداد بھی اس مجموعے میں کافی ہے، مثال کے طور پر آن لائن گیمز، آن لائن شیئرز، آن لائن یا آف لائن ٹور پیکج فروخت کرنا، انٹر ڈے ٹریڈنگ، فاریکس ٹریڈنگ، کوم ڈیٹی ٹریڈنگ، سیمنٹ کے بزنس میں ایڈوانس پیمنٹ، فلیٹ تیار ہونے سے پہلے ہی اس کو خرید نا بیچنا،

یوٹیوب پر ویڈیو اپلوڈ کر کے اجرت لینا، مساجد میں ویڈیو گرافی کرنا؛ تاکہ اسے یوٹیوب پر اپلوڈ کیا جاسکے، منی ٹرانسفر کرنے کا پیشہ اختیار کرنا، موبائل سے منی ٹرانسفر کی اجرت لینا، ریچارج کی رقم سے زیادہ ملنے والے ٹاک ٹائم کا شرعی حکم، اپلی کیشن تیار کرنے والی کمپنی میں ملازمت کرنا، آن لائن کپڑے کی خرید وفروخت میں خیار رؤیت کا حکم، کیش بیک، سبسڈی کا شرعی حکم، میڈیکل سائنس اور مختلف دواؤں سے متعلق نئے احکام، گائے کا پیشاب ملا ہوا تیل استعمال کرنا، کیا ریکٹ سے مچھروں کو مارنا، فلائی کلر کٹ کا استعمال کرنا، موبائل کالز ریکارڈ کرنا، واٹس ایپ، فیس بک کے مختلف احکامات، ان کے علاوہ بہت سے احکام ومسائل ایسے ہیں، جن کی ضرورت عام طور سے پیش آتی رہتی ہے اوران کا حکم قدیم کتابوں میں نہیں ملتا۔

اس طرح کے منتخب فتاوی کو دارالعلوم دیوبند نے شائع کر کے قوم وملت کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اللہ تعالی ان سارے حضرات کو خوب خوب ثواب عطا فرمائیں جو ان فتاوے کے لانے میں ذریعہ بنے، خصوصاً مفتیانِ کرام کو بہت بہت مبارک باد پیش ہے جنہوں نے بڑی عرق ریزی سے قابلِ اعتماد فقہی ذخیروں کے حوالوں اور اصولِ شریعت سے امت کی رہنمائی کی، نئے مسائل کا حل امت کو پیش کیا، کتابوں کو کھنگالا، ان کی عرق ریزی کا بدلہ اللہ تعالی ہی عطا فرماسکتے ہیں۔

راقم حروف کے پیش نظر منتخب فتاوی کا مجموعہ کتابت، طباعت، کاغذ، اور ٹائٹل کے لحاظ سے بھی دیدہ زیب اور پرکشش ہے۔ اللہ تعالی قبولیت سے نوازیں!

====================

(۲)

نام : خطبات دارالعلوم دیوبند

مرتب : جناب مفتی عمران اللہ قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

صفحات : ۱۰۸۰ (دوجلد) اشاعت: ۱۴۴۴ھ=۲۰۲۲م

ناشر : ادارہ فکر اسلامی افریقی منزل قدیم، دیوبند 7253922176

ملنے کے پتے : دیوبند کے معروف کتب خانے

تعارف نگار : ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

====================

دارالعلوم دیوبند اہلِ علم وفضل کی آماج گاہ ہے، یہاں واردین وصادرین کی کمی نہیں، ایک سے

ایک عبقری اور غیر عبقری شخصیات یہاں آتی رہتی ہیں اور ان کے گراں قدر خطابات سے طلبہ اور اہلِ ذوق مستفید ہوتے رہتے ہیں، آنے والی شخصیات کے بیانات اہم ہوتے ہیں؛ اس لیے کہ وہ ایشیا کی عظیم دانش گاہ کے اسٹیج سے خطاب کرنے کے لیے پہلے سے خوب غور وفکر کرلیتے ہیں، ترتیب دے لیتے ہیں، ہر ایک اپنے علم وتجربہ میں آنے والے اہم سے اہم مواد کو پیش کرتا ہے؛ اس لیے دارالعلوم کے اسٹیج پر کیے گئے بیانات خوب نشر ہوتے ہیں، اہلِ ذوق بڑی اہمیت سے استفادہ کرتے ہیں، ان بیانات کا مجموعہ کتنا اہم ہوگا اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

بڑے باتوفیق ہیں میرے دوست جناب مفتی عمران اللہ قاسمی زید فضلہ کہ انھوں نے پچھتّر (۷۵) بیانات کو دو جلدوں میں جمع کیا، ہر خطاب سے پہلے ایک تعارفی تمہید لکھی جس میں شخصیت کا ''تذکرہ'' اور خطاب کا تعارف لکھا اور ماٰخذ کی بھی وضاحت کی اور بیانات پر ''فٹ نوٹ'' (حاشیہ) لکھا، اس میں مشکل الفاظ ومحاورات کے معانی لکھے اور بیانات میں درآئی شخصیات اور مبہمات کو کھولا؛ تاکہ قارئین کما حقہ اس سے مستفید ہوسکیں، ان بیانات میں تاریخ وسیرت، اسرار ورموز، علوم ومعارف، مدارس پر ہونے والے اعتراضات کے جواب، اکابر کی خدمات، دارالعلوم میں بہ تدریج شعبوں کے اضافے کی وجہ اور نوعیت، غیر مسلموں کا چندہ، مثلاً جب اعلان دیا گیا تو لکھنؤ کے ''نول کشور'' کے مالک نے اپنی ساری مطبوعات کا ایک ایک نسخہ بھیجا، اس پر حضرت نانوتویؒ نے شوریٰ کے توسط سے ان کو ''شکریہ نامہ'' ارسال فرمایا وغیرہ یہ بیانات رودادِ دارالعلوم، القاسم، الرشید، ماہ نامہ دارالعلوم، آئینۂ دارالعلوم، الداعی، گل افشانیِ گفتار اور مختلف خطبات اور تصانیفِ اکابر سے لیے گئے ہیں، بعض اکابر مثلاً حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کا بیان نہ ملا تو ''معارف الاکابر'' سے ان کے ملفوظات نقل کیے؛ اس لیے کہ یہ حضرات عموماً بیان نہیں فرماتے تھے، یا بیانات ہوے اور وہ نہ مل سکے، یا محفوظ نہ کیے گئے؛ بہرکیف یہ مجموعہ اپنی نوعیت کا منفرد اور مفید ترین مجموعہ ہے، مرتب نے خوانِ یغما سجاکر پیش کیا ہے، اب انتظار ہے لطف اندوز ہونے والوں کا؛ تو آئیے ہم ان تبرکاتِ اکابر سے استفادہ کریں! ان میں بیانات اتنے اہم ہیں کہ راقم حروف نے اسے جب بھی اٹھایا تو پڑھتا چلا گیا اور بھول گیا کہ مجھے اس پر تبصرہ اور تعارف لکھنا ہے۔ جگہ جگہ ایسی باتیں علم میں آئیں جن سے ناچیز واقف نہ تھا۔ مسلسل کئی مہینے اس کو پڑھتا رہا، اب تعارف لکھنے کی نوبت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجموعۂ افاداتِ اکابر کو مفید تر بنائیں اور مرتب اور قارئین کے لیے سنگِ میل اور ذریعۂ نجات بنائیں! وما ذلك على الله بعزيز!

===================

(۳)

نام : جامع خلاصۃ القرآن (رکوع بہ رُکوع)

تالیف : مولانا بدرالاسلام قاسمی استاذ جامعہ امام محمد انور دیوبند

صفحات : ۵۷۸ قیمت: (درج نہیں)

اشاعت : ۱۴۴۵ھ=۲۰۲۴م

ناشر : مکتبہ النور، دیوبند 9456422412

تعارف نگار : ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

====================

آج ''ہدایہ ثانی'' پڑھا کر درس گاہ سے نکلا تو ایک طالب علم نے یہ قیمتی علمی تحفہ پیش کیا کہ مؤلف نے عنایت فرمایا ہے، چلتے چلتے ورق گردانی کرنے لگا، یہ ''جامع خلاصۃ القرآن'' ہے، نام تعارف کے لیے کافی ہے، اس میں مؤلف نے عام مسلمانوں کو قرآن کریم کی طرف متوجہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، جو سلسلہ انھوں نے رمضان المبارک کے مہینے میں شروع کیا تھا اسی کو مکمل کرکے بہتر لباس میں منصۂ شہود پر پیش کیا ہے۔ اس میں مؤلف نے اپنے پیش رو جناب مولانا سلیم الدین چشتی کی ''مستند خلاصۂ مضامین قرآنی'' سے استفادہ کیا ہے، سب سے پہلے سورہ کی ایک آیت لکھتے ہیں پھر اس رکوع کی تفصیل نہایت سہل انداز میں پیش کرتے ہیں، احکام کی آیتوں میں مسائل کو اپنے الفاظ میں لکھتے ہیں، ''توضیح القرآن''، ''معارف القرآن'' اور ''قاموس الفقہ'' سے مسائل لکھے ہیں اور قرآنی سورتوں کے تعارف کے لیے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اور حضرت مفتی سعید احمد پالن پوریؒ کی تفسیر توضیح القرآن اور ہدایت القرآن کو رکھا ہے؛ تاکہ کہیں کوئی غلطی نہ ہوجائے، اسی طرح شروع میں قرآنی علوم کے تعارف کے لیے ''معارف القرآن'' کے مقدمے کی تلخیص شائع کی ہے اور علمائے دیوبند کی دس رائج تفسیروں کا تعارف بھی تحریر کیا ہے؛ تاکہ عوام غیر مستند شخصیات کی تفسیر پڑھ کر گمراہ نہ ہوں۔

راقم حروف کو موصوف کی یہ محنت پسند آئی، اس سے عام اردو خواں افراد کو فائدہ ضرور ہوگا، اگر اسے ہندی زبان میں منتقل کردیتے تو ان مسلمانوں کے لیے بھی مفید ہوتی جو اردو رسم الخط سے واقف نہیں ہیں۔ کتابت، طباعت، کاغذ اور ٹائٹل سب عمدہ اور جاذبِ نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں!

❋ ❋ ❋

''موسوعہ فقہیہ'' کا اردو ترجمہ: ایک تاریخی کارنامہ

بقلم: ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

''موسوعہ'' پھیلی ہوئی تفصیلی تصنیف کو کہتے ہیں، جو بہت سی معلومات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو، اس کا موضوع کبھی تو بہت عام ہوتا ہے اور کبھی خاص، یعنی ایک موضوع سے متعلق ساری معلوم کو ''حُروفِ تہجی'' کی ترتیب پر جمع کیا جاتا ہے، وہ ترتیب اکثر ''الف بائی'' ہوتی ہے اور کبھی ''ابجدی'' بھی ہوتی ہے؛ تاکہ استفادہ کرنے والے کو مطلوب معلومات حاصل کرنے میں سہولت ہو، اس کی سب سے بڑی خوبی ترتیب، اختصار اور جامعیت ہے، کم وقت میں اہم معلومات کی طرف رسائی اس کا اہم مقصد ہوتا ہے، موسوعہ کو ''دائرۃ المعارف، مَعْلَمَۃ، قاموس'' اور انگریزی میں ''انسائیکلوپیڈیا'' کہا جاتا ہے۔

پیش نظر موسوعہ ''فقہ اسلامی'' کے موضوع سے تعلق رکھتا ہے، اس میں تیرہویں صدی تک کے فقہ اسلامی کے ذخیرہ کو جدید اسلوب میں پیش کیا گیا ہے، اس کی ترتیب ''الف بائی'' ہے، عربی زبان میں اس کی ترتیب ''ادارۃ البحوث والموسوعات الاسلامیہ کویت'' کے تحت عمل میں آئی ہے، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء میں اس کا منصوبہ بنا اور ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس طرح چالیس سال کا عرصہ اس کی تکمیل میں صرف ہوا، دو سو سے زائد علمائے کرام نے اس میں کام کیا، اس درمیان اس کی سرپرستی تین بزرگوں نے کی یعنی شیخ مصطفیٰ زرقاء، ڈاکٹر بدر المتولی عبدالباسط اور ڈاکٹر عبدالستار ابوغُدّہ، یہ مرحلہ وار ''امینِ عام'' رہے۔

ضخامت: یہ موسوعہ پینتالیس جلدوں میں شائع ہوا ہے، صفحات کی تعداد سترہ ہزار چھ سو تین (۱۷۶۰۳) ہے، ہر جلد چار سو ساڑھے چار سو صفحے کی ہے۔ موسوعہ میں مصطلحات کی تعداد تین ہزار تیرہ (۳۰۱۳) ہے۔ احناف کے مسائل نو ہزار چھ سو سولہ (۹۶۱۶)، مالکیہ اور حنابلہ دونوں کے الگ الگ آٹھ ہزار آٹھ سو بیس (۸۸۲۰) اور شوافع کے نو ہزار آٹھ سو چون (۹۸۵۴) ہیں۔

نوعیت مواد

(۱) موسوعہ میں چاروں فقہ کے مسائل واحکام ذکر کیے گئے ہیں، اور بعض جگہوں پر فقہ ظاہری کو بھی لیا گیا ہے۔

(۲) ہر مسلک کے مسائل اور دلائل اس مسلک کی قابل اعتماد کتابوں سے لیے گئے ہیں۔

(۳) موجودہ دور کے ایسے مسائل جن میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے، شامل نہیں کیے گئے ہیں۔

(۴) مسلکی بحثوں، شخصی ترجیحات اور قانون سازی جیسے موضوعات کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔

اندازِ ترتیب

(۱) ہر مسئلہ کو فقرہ نمبر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

(۲) مسائل کو دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، مستدلات کا احاطہ کیا گیا ہے، متعلقہ مسلک کی ترجیحات پر دلالت کرنے والے الفاظ و مصطلحات کو انھیں کی تعبیر میں ذکر کیا گیا ہے، مثلاً علامت فتوی: به يُفتى، عليه الفتوى، عليه الاعتماد، هو الاصح، هو الصحيح وغیرہ؛ تاکہ اس مسلک کے قاری کو ترجیحات معلوم ہو جائیں۔

(۳) چاروں فقہی مسالک کے درمیان موزانہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی ان کے درمیان وجہِ ترجیح کو بیان کیا گیا ہے۔

(۴) ہر صفحے کا حوالہ اسی صفحے کے نیچے لکھا گیا ہے، جس میں جلد، صفحہ، مطبع اور سن طباعت وغیرہ کی تعیین ممکن حد تک کی گئی ہے۔

(۵) ہر جلد کے اخیر میں ان شخصیات کا تذکرہ (تعارف) تراجم کی کتابوں سے نقل کر دیا گیا ہے؛ تاکہ مطالعہ کرنے والے کو دوسری جلدوں کو ہر وقت اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

(۶) تکرار سے گریز کیا گیا ہے؛ تاکہ قاری کو اکتاہٹ نہ ہو۔

اسلوبِ تحریر

موسوعہ میں حروف تہجی کے اعتبار سے کسی ایک فقہی لفظ کو لیا گیا اور اس کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم بتایا گیا، پھر اس سے متعلق دیگر فقہی الفاظ کے معنی ومفہوم اور باہمی فرق کو بیان کیا گیا، اس کے بعد اس لفظ کے شرعی حکم کو لکھا گیا ہے، پھر دلیل دی گئی ہے، ساتھ ہی فقہاء کے اختلافات لکھے گئے ہیں اور ہر مکتبِ فقہ کی دلیل ذکر کی گئی۔ مثال کے طور پر لفظ ''اتباع'' کو دیکھیے، اس کے لغوی اور

اصطلاحی مفہوم کو واضح کرنے کے بعد اس سے متعلق لفظ ''تقلید'' کی تحقیق درج کی گئی، پھر بتایا گیا ہے کہ ''اتباع'' کبھی واجب ہوتی ہے، جیسے اللہ اور رسول اللہ کی اتباع اور کبھی مندوب، جیسے کہیں حضورؐ نے غیر واجب ہونے کی صراحت فرمادی، پھر غیر نبی کی اتباع، اولوالامر کی اتباع اور فقہی مکتب فکر کی اتباع، سب کو دلیل سے واضح کیا گیا ہے۔

جو الفاظ مرکب ہیں ان کی ترتیب میں پہلے لفظ کا اعتبار کیا گیا ہے، پھر دوسرے کا، مثال کے طور پر ''صلاۃ الفجر اور صلاۃ الوتر'' میں فجر کو پہلے اور وتر کو بعد میں لکھا گیا ہے۔

موسوعہ کے اردو ترجمہ کا منصوبہ

اردو زبان عالمی زبان ہے، دنیا کے اکثر ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، اس میں علمی سرمایہ بھی اچھا خاصا موجود ہے، ''موسوعہ فقہیہ'' کی اشاعت جب عمل میں آنے لگی تو حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے اس اہمیت کا گہرائی سے جائزہ لیا کہ یہ ایک عظیم سرمایہ ہے، اگر اِسے اردو زبان میں منتقل کردیا جائے تو اس کی افادیت کا دائرہ وسیع ہوجائے گا، عربی زبان نہ جاننے والے ماہر قانون کو اس سے مدد ملے گی، وکیلوں، دانشوروں اور اردو پڑھنے والے اہلِ ذوق کے لیے یہ قیمتی سرمایہ ثابت ہوگا؛ چنانچہ حضرت قاضی صاحب نے ''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' کے ذریعے اس کے ترجمے کا منصوبہ بنایا، حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی کو واسطہ بنایا کہ ''وزارتِ اوقاف کویت'' سے ترجمہ کی اجازت مل جائے، مولانا نے اس میں دلچسپی لی اور الحمدللہ اکیڈمی کو ترجمہ کی اجازت مل گئی۔ اکیڈمی نے ترجمہ شروع کرایا؛ مگر منظّم انداز میں کام نہ ہو پا رہا تھا تو حضرت قاضی صاحبؒ نے علمی شعبے کی تشکیل کے ساتھ ''موسوعہ کے ترجمے'' کا خاص سیکشن قائم کیا، اور ۱۹۹۸ء سے باضابطہ منظّم طریقے سے کام شروع ہوگیا اور ۲۰۱۰ء میں ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا؛ مگر افسوس کہ ان کی زندگی میں طباعت نہ ہوسکی، جس کی بڑی تمنا لے کر وہ رخصت ہوئے، یہ حضرت قاضی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے، اگر وہ جرأت وہمت سے کام نہ لیتے، ترجمہ کے لیے مفصل خاکہ نہ بناتے، مختلف مراحل میں منہج طے نہ کرتے، اور ترجمہ کو روبہ عمل لانے کے لیے ماہرین کی کمیٹی تشکیل نہ دیتے اور زندگی کی آخری سانس تک خصوصی دلچسپی لے کر سرپرستی نہ فرماتے اور بہ نفسِ نفیس اس میں نہ لگتے تو یہ عظیم سرمایہ اردو زبان میں اتنے اچھے سلیقے سے منتقل نہ ہو پاتا۔

ترجمہ کے چند مراحل

حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے شروع سے اخیر تک ترجمہ میں خصوصی دلچسپی لی، چاہے وہ

مترجمین کے انتخاب کا مرحلہ ہو یا ماہرین کی کمیٹی بنانے کا یا سارے مترجمین کے درمیان یکسانیت پیدا کرنے کے لیے ہدایت نامہ جاری کرنے کا یا کوئی نظر ثانی یا نظر نہائی کا مرحلہ ہو؛ ہر موقع پر حضرت قاضی صاحب کی ہدایات، توجہات اور خصوصی دلچسپی ساتھ رہی ہے، ذیل میں ان مراحل کو ذکر کیا جاتا ہے، ان میں سے متعدد باتوں کا مشاہدہ راقم نے خود کیا ہے اور اکثر باتیں اس ''تعارف نامے'' سے لی گئی ہیں جو اکیڈمی نے ''موسوعہ فقہیہ -- تاریخ وتعارف'' کے نام سے چھاپا ہے۔

پہلا مرحلہ: مترجمین کا انتخاب

جب کویت سے ''موسوعہ فقہیہ'' چھپ کر آئی اور ترجمہ کی اجازت مل گئی تو حضرت قاضی صاحب نے مترجمین کا انتخاب شروع کیا اور اس کے لیے دیوبند تشریف لائے اور بڑے اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، مثلاً حضرت مولانا نور عالم خلیل امینیؒ اور مولانا خورشید انور گیاوی مدظلہ العالی ان دونوں سے ملاقات کرنا، ترجمہ کے سلسلے میں مذاکرہ اور تبادلۂ خیال کرنا اور ترجمہ میں حصہ لینے کی فرمائش کرنا، یہ سب مجھے یاد ہے؛ غرض یہ کہ سب سے پہلے موسوعہ کے چند صفحات کی فوٹو کاپی مترجمین کو دی گئی، جو فقہی اصطلاح ''اجہاض'' (اسقاطِ حمل) سے متعلق تھی، جب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو سارے مفتیان کرام نے استقبال کیا، اس وقت حضرت قاضی صاحبؒ نے حضرت استاذ محترم مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ سے سوال کیا کہ اگر بچہ پیٹ میں ہو اور ایک سو بیس دن سے زیادہ ہو گئے ہوں؛ لیکن ڈاکٹروں کا یہ کہنا ہو کہ بچہ معذور پیدا ہوگا تو کیا اسقاطِ حمل کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: نہیں دی جا سکتی، اس کو پیدا ہونے دیا جائے گا، اس پر حضرت قاضی صاحبؒ خاموش رہے، اندازہ ہوا صرف رائے لینا مقصد تھا اور اطمینان ہو گیا۔ غرض یہ کہ مفوضہ فوٹو کاپی کا ترجمہ بہت سے مترجمین سے کرایا گیا، پھر ماہرین کی کمیٹی نے ان نمونوں پر غور وخوض کیا، معیاری ترجموں کا انتخاب کیا، غیر معیاری مترجمین سے معذرت کر لی اور کچھ کو زیر غور رکھا۔ غور وفکر کرنے والی کمیٹی نے فیصلے کے لیے ایک معیار متعین کیا تھا:

(الف) ترجمہ نگاروں نے عربی نص کو سمجھا ہے یا نہیں؟

(ب) اردو زبان کا معیار باقی ہے یا نہیں؟

(ج) نہ تو لفظی ترجمہ کو لیا گیا اور نہ ہی آزاد ترجمہ کو، صرف انھیں مترجمین کو موقع دیا گیا جن کے ترجمے سے اندازہ ہوا کہ وہ دونوں زبانوں پر قدرت رکھتے ہیں، خصوصاً اردو زبان پر ان کو اچھی خاصی قدرت حاصل ہے اور جو فقہی اصطلاح سے واقفیت رکھتے ہیں۔

دوسرامرحلہ: یکسانیت کے لیے ’’ہدایت نامہ‘‘

ملک بھر کے بہت سے مترجمین تھے، ہرایک کا انداز الگ، ہرایک کی زبان کی ساخت الگ اور ہرایک کا مزاج و مذاق الگ ایسی صورت میں حضرت قاضی صاحبؒ نے سوچا کہ ایک ’’ہدایت نامہ ‘‘مرتب کر کے ہرایک کے پاس بھیج دیا جائے؛ تاکہ سارے ترجموں میں یکسانیت باقی رہے، اس ہدایت نامہ کے نکات درج ذیل تھے:

(۱) ترجمہ خود کریں، کسی اور سے ترجمہ کا کام نہ لیں!

(۲) سطر چھوڑ کر لکھیں! تاکہ نظر ثانی اور نظر نہائی میں آسانی ہو۔

(۳) آیات لکھی جائیں اور سامنے اس کا ترجمہ کیا جائے، ترجمہ خود کرنے کے بجائے کسی مستند ترجمہ قرآن سے لیں، مثلاً ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، تفسیر ماجدی، ترجمہ فتح محمد جالندھری وغیرہ۔

نوٹ: نظر نہائی کے بعد جب ترجمہ کویت بھیجا گیا تو مولانا بدرالحسن قاسمی مدظلہ العالی نے ترجمہ کے سلسلے میں مزید مشورہ دیا کہ ’’قرآن کریم کی آیات کا جو ترجمہ دیا گیا ہے وہ مستند اور صحیح ہونے کے باوجود موسوعہ کے ترجمہ کی عام زبان سے قطعی بے جوڑ ہے؛ اس لیے حضرت تھانویؒ کا ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی زبان میں لیا جائے یا خود منقولہ ترجمہ کی ترتیب ایسی کردی جائے جو جدید ترجمہ کے معیار سے ہم آہنگ ہو‘‘ (موسوعہ فقہیہ -- تاریخ وتعارف ص ۴۳)

(۴) احادیث کے ترجمے میں کافی احتیاط اور باریک بینی سے کام لیں۔

(۵) حواشی کا مکمل ترجمہ کیا جائے، ہرصفحہ کے حواشی اسی صفحہ پر نیچے درج کیے جائیں، جس طرح اصل موسوعہ میں ہے، حواشی کے نمبر ترجمہ کے صفحہ کے اعتبار سے ڈالیں۔

(۶) موسوعہ کی عبارت سمجھنے میں جہاں کھٹک محسوس ہو.....اکیڈمی کو ان مقامات کی نشاندہی پر مشتمل کاغذ ضرور بھیجیں، بہتر یہ ہے کہ ان مقامات پر پنسل سے نشان لگادیں۔

(۷) آپ کے ترجمے پر جملہ حقوق اکیڈمی کو حاصل ہوں گے، اکیڈمی کی تحریری اجازت کے بغیر کسی مجلّہ میں یا کتابی صورت میں اس کی اشاعت کے آپ مجاز نہیں ہوں گے۔

(۸) اکیڈمی کو صاف ستھرا ترجمہ بھیجا جائے، دائیں طرف حاشیہ چھوڑا جائے اور بائیں طرف بھی تھوڑا حاشیہ چھوڑا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۹) ترجمہ کو رواں دواں بنانے کی کوشش کی جائے، تعبیر میں ترجمہ پن محسوس نہ ہو۔

حضرت قاضی صاحب کا دوسرا ''ہدایت نامہ''

اب ترجمے کا کام تیز ہوتا چلا جارہا تھا اور حضرت قاضی صاحب ترجموں پر نگاہ ڈالتے رہتے تھے، متعدد ترجموں کو دیکھ کر محسوس ہوا کہ مزید چند امور کی طرف ترجمہ نگاروں کو متوجہ کیا جائے تو ترجمے میں مزید نکھار آئے گا؛ چنانچہ درج ذیل پانچ ہدایتیں ارسال کی گئیں:

(۱) ترجمہ سے پہلے اصل عربی عبارت اور مسئلہ کو سمجھیں ضرورت ہو تو اصل مراجع کی طرف رجوع کریں، پھر بہتر سے بہتر تعبیر میں ترجمہ کریں!

(۲) ممکن حد تک گھٹابڑھانہ کریں، اگر ضرورت ہو تو قوسین کے اندر اضافہ کریں!

(۳) اردو کے آسان الفاظ استعمال کریں، غیر ضروری القاب ''علامہ'' وغیرہ نہ بڑھائیں!

(۴) مذاہبِ فقہیہ میں ترجیح وعدم ترجیح اور معتمد اور غیر معتمد قرار دینے کے لیے جو الفاظ متن میں جو مذکور ہیں انھیں الفاظ کو باقی رکھیں!

(۵) رموزِ اوقاف، پیراگراف وغیرہ کی رعایت اصل متن کے مطابق ضروری ہے۔

ترجمہ نگاروں نے ان ہدایتوں کو بروئے کار لایا اور ترجمہ میں عمدگی اور یکسانیت پیدا ہوئی، اور پینتالیس جلدوں کا ترجمہ مکمل ہوگیا۔

ترجمہ نگار حضرات

چھبیس (۲۶) حضرات نے موسوعہ کی پیتالیس (۴۵) جلدوں کا ترجمہ کیا، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا نور عالم خلیل امینی
(۲) مولانا عتیق احمد بستوی
(۳) مولانا فہیم اختر ندوی
(۴) مولانا صدر الحسن ندوی
(۵) مولانا محمد احسان ندوی
(۶) مولانا محمد ارشاد احمد اعظمی
(۷) مولانا اشتیاق احمد اعظمی
(۸) مولانا اختر امام عادل قاسمی
(۹) مولانا عزیز اختر قاسمی
(۱۰) مولانا مفتی نسیم احمد قاسمی
(۱۱) مولانا ظفر عالم ندوی
(۱۲) مولانا مفتی جمیل احمد ندوی
(۱۳) مولانا امتیاز عالم قاسمی
(۱۴) مولانا شفیق الرحمٰن ندوی
(۱۵) مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی
(۱۶) مولانا شکیل احمد سیتاپوری
(۱۷) مولانا صباح الدین ملک فلاحی
(۱۸) مولانا مصطفیٰ مفتاحی

(۱۹) مولانا نورالحق رحمانی
(۲۰) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
(۲۱) مولانا عارف جمیل قاسمی
(۲۲) مولانا راشد حسین ندوی
(۲۳) مولانا اقبال احمد ندوی
(۲۴) مولانا خورشید انور اعظمی
(۲۵) مولانا عبدالجلیل قاسمی
(۲۶) مولانا صفدر زبیر ندوی

تیسرا مرحلہ: نظر ثانی

ترجمہ پر نظر ثانی کے لیے ممتاز ماہرین اہلِ علم وفقہ کا انتخاب کیا گیا، اور اس میں پانچ باتوں کا خیال رکھا گیا:

(۱) اصل عبارت کے صحیح مفہوم کی ادائیگی ہو، مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہو۔

(۲) اردو زبان رواں دواں ہو، ترجمہ پن کے عیب سے پاک ہو۔

(۳) عربی متن کے الفاظ اور جملوں کی ترتیب کا لحاظ کیا گیا ہو۔

(۴) ہر مذہب کی فقہی اصطلاحات کو اس کی تعبیر میں باقی رکھا گیا ہو، اصطلاحات کا ترجمہ نہ کیا گیا ہو۔

(۵) ہر مکتبِ فقہ میں ترجیح اور تصحیح کے لیے جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ان کو بھی باقی رکھا گیا ہو۔

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے متعین کردہ اصولِ ترجمہ کو ذہن میں رکھ کر نظر ثانی کا کام درج ذیل گیارہ افراد نے انجام دیا:

(۱) مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی
(۲) مولانا عبیداللہ قاسمی
(۳) مولانا زبیر احمد قاسمی
(۴) مولانا فہیم اختر ندوی
(۵) مولانا عارف جمیل قاسمی
(۶) مولانا امتیاز عالم قاسمی
(۷) مولانا عتیق احمد بستوی
(۸) مولانا مفتی جنید عالم قاسمی
(۹) مولانا مصطفیٰ مفتاحی
(۱۰) مولانا نورالحق رحمانی
(۱۱) مولانا محمد قاسم مظفرپوری

چوتھا مرحلہ: نظر نہائی

جب ترجمہ ہو گیا اور نظر ثانی بھی ہو گئی تو حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے آخری تصحیح وتنقیح کا کام خود شروع کیا، اور اپنے تحت چند ماہرین کو رکھا، نہایت ہی غور وفکر کے ساتھ ترجمہ پر نگاہ ڈالتے

رہے، جہاں بھی ضرورت محسوس ہوتی، وہاں موسوعہ میں دیے ہوئے حوالے کی کتابوں کو دیکھتے؛ متعدد مقامات پر محسوس ہوا کہ حوالہ نقل کرنے میں عبارت چھوٹ گئی ہے، یا مفہوم ادا کرنے میں کمی رہ گئی ہے، ان مقامات کو حضرت نے درست کر دیا؛ لیکن بیمار تھے، بیماری بڑھتی گئی؛ یہاں تک کہ حضرت قاضی صاحب نے یقین کرلیا کہ مجھ سے نظر نہائی کی تکمیل نہیں ہو سکے گی، تو آپ نے ایک ''ہدایت نامہ'' تیار کیا۔

نظر نہائی کے لیے حضرت قاضی صاحب کا ''ہدایت نامہ''

نظر نہائی کے لیے حضرت قاضی صاحبؒ نے ایک ''ہدایت نامہ'' تیار کیا جس کا مقصد سارے ترجموں میں یکسانیت پیدا کرنا تھا، ترجمہ کو اصل کے مطابق کرنے کی سعی تھی؛ تاکہ اصل عربی موسوعہ سے استفادہ کرنے والوں اور ترجمہ سے استفادہ کرنے والوں کو یکساں فائدہ ہو اور اگر کوئی اصل کے مطابق دیکھنا چاہے تو اسے اطمینان کی کیفیت حاصل ہو۔ حضرت قاضی صاحب کے ''ہدایت نامہ'' کے نکات درج ذیل ہیں:

(۱) نظر نہائی تنہا انجام نہ دیا جائے؛ بلکہ ایک باصلاحیت معاون ساتھ میں رہے، ایک کے سامنے عربی متن اور دوسرے کے سامنے ترجمہ رہے۔

(۲) ترجمہ میں اصل عبارت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہ چھوٹنے پائے، سوائے اس کے کہ اردو اسلوبِ ترجمہ میں اس لفظ کے لفظی ترجمہ کی شمولیت درست نہ ہو۔

(۳) ترجمہ میں اردو لفظ یا جملے کا اضافہ نہ رہنے پائے، مجبوری کی جگہ مستثنیٰ ہے۔

(۴) ترجمہ میں جملوں کی ترتیب بھی اصل کے مطابق ہو، ترجمہ کو ترجمانی نہ بنایا جائے۔

(۵) ترجمہ لفظی ہو ترجمانی نہ بن پائے، اردو کو معیاری اسلوب میں ادا کیا جائے، ترجمہ میں سلاست و روانی لائی جائے۔

(۶) ترجمہ کی زبان آسان رہے، اگر آسان نہ ہو تو آسان کیا جائے، مشکل الفاظ بدل دیے جائیں، صرف اصطلاحی الفاظ کو عربی میں باقی رکھا جائے، جو فقہاء اور مجتہدین کے یہاں معروف ہیں جو اصطلاح اردو میں نہیں سمجھی جاتی ہے، اس کا ترجمہ قوسین میں کر دیا جائے۔

(۷) مکرر نام اور الفاظ کو یکساں کر دیا جائے، مثلاً کہیں ''مضاربت'' اور کہیں ''مضاربہ'' نہ لکھا جائے۔

(۸) قابلِ غور مقامات کو اچھی طرح حل کیا جائے۔

(۹) جن مسائل میں اصل کتبِ مصادر کی جانب مراجعت کی ضرورت محسوس ہو، وہاں مراجعت

کر کے مسئلہ کو واضح کیا جائے۔

(۱۰) حواشی کے ترجمہ کو لازماً دیکھا جائے، تخریجِ احادیث کی تعبیر کو اصل عربی کے مطابق لکھا جائے۔

(۱۱) اگر ترجمہ سے مسئلہ واضح نہ ہوتا ہو تو قوسین کا اضافہ (مجبوری میں) کیا جائے۔

(۱۲) متن اور حاشیہ میں مذکور احادیث کا ترجمہ کہیں چھوٹ گیا ہو تو اُسے پورا کیا جائے۔

(۱۳) جہاں حدیث کا اختصار ہے، وہاں پوری حدیث دیکھ لی جائے۔

نظرِ نہائی کرنے والے حضرات

(۱) مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی

(۲) مولانا عتیق احمد بستوی

(۳) مولانا محمد عبیداللہ اسعدی

(۴) مولانا ہشام الحق ندوی

(۵) مولانا محمد قاسم مظفر پوری

(۶) مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی

(۷) مولانا فہیم اختر ندوی

(۸) مولانا صفدرزبیر ندوی

(۹) مولانا نورالحق رحمانی

پانچواں مرحلہ: کمپیوٹر کتابت

نظرِ نہائی کے بعد کمپیوٹر کتابت کا مرحلہ سب سے اہم تھا، حضرت قاضی صاحب نے ترجمہ کو عربی موسوعہ کے مطابق کرنے کے لیے ایک ''ہدایت نامہ'' تیار کیا، ان میں سے چند ضروری ہدایات نقل کی جاتی ہیں:

(۱) آیت یا حدیث سے متصل ہی ترجمہ لکھا جائے، ترجمہ کے لیے نئی سطر نہ شروع کی جائے!

(۲) عربی الفاظ عربی رسم الخط میں لکھے جائیں، کتابوں کے نام جس طرح عربی میں ہیں اسی طرح لکھے جائیں!

(۳) ''سلسلہ، پہنچا، پہنچانا، جبکہ، کیونکہ، چونکہ، کے لئے، چنانچہ، تقاضا'' یہ الفاظ اسی طرح سے لکھے جائیں!

(۴) ترجمہ میں عربی متن کے مطابق پیراگراف بنایا جائے!

(۵) رموزِ اوقاف میں بھی عربی کی اتباع کی جائے!

(۶) کتابوں اور اصطلاحات پر واوین دیا جائے، ناموں پر نہیں!

(۷) سورہ کو بغیر ''الف لام'' کے لکھا جائے، جیسے: سورۂ تغابن!

کمپیوٹر کتابت کرنے والے رفقاء کے نام

(۱) محمد خالد اعظمی (۲) مولانا محمد سیف اللہ ندوی

(۳) مولانا تبریز عالم قاسمی (۴) مولانا انوار الوفار قاسمی

(۵) مولانا امجد قاسمی

کتابت کی تصحیح کرنے والے رفقائے اکیڈمی

(۱) مولانا صفدر زبیر ندوی (۲) مولانا مفتی احمد نادر قاسمی

(۳) مولانا ہشام الحق ندوی (۴) مولانا اقبال صاحب

(۵) مولانا مفتی امتیاز احمد قاسمی (۶) مولانا مفتی سراج الدین قاسمی

(۷) مولانا محمد یوسف ندوی

چھٹا مرحلہ: مراجعت کمیٹی کویت کی محنت

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سے یہ ترجمہ فائنل ہو کر کویت بھیجا جاتا رہا، وہاں ”لجنة مراجعة الترجمه برائے موسوعہ فقہیہ“ اس کی خواندگی کرتا رہا اور جہاں جہاں کمی بیشی یا خامی ہوتی اُسے اکیڈمی کو بھیجتا رہا، اکیڈمی اس کی تصحیح کر کے فائنل کاپی وزارت اوقاف کو بھیج دیتی تھی، وہاں کی مراجعت کمیٹی کے صدر مولانا بدر الحسن قاسمی تھے جو فقہ اکیڈمی انڈیا کے نائب صدر بھی تھے۔

ترجمہ کی تکمیل

چھ مرحلوں میں موسوعہ فقہیہ کے ترجمہ کی تکمیل ہوئی، جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی۔ اس طرح کی جانفشانی کے ساتھ حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ترجمہ تیار کرایا، اب یہ علمی سرمایہ اس لائق ہو گیا ہے کہ اس سے اردو پڑھنے والے استفادہ کریں، ماہرینِ قانون اپنی معلومات بڑھائیں اور دانشوران اس کو پڑھ کر اسلامی قانون سے اچھی طرح واقف ہو سکیں، اہلِ علم کو چاروں ائمہ اور ان کے مکتبِ فقہ کے مسائل و دلائل سے اردو زبان میں واقفیت ہو رہی ہے۔

حضرت قاضی صاحب کے اس کارنامے کو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے، علمی و تحقیقی شخصیات اور ادارے اپنی لائبریریوں کو اس مفید فقہی ذخیرے سے مزین کیے ہوئے ہیں۔ وزارتِ اوقاف کو اکیڈمی نے تین چار ہزار ادارے اور شخصیات کے پتے فراہم کیے؛ تاکہ وہ ان کو ہدیۂ پیش کرے۔ وزارتِ اوقاف کویت اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا یہ کارنامہ ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کیے جانے کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی افادیت کو عام و تام فرمائیں اور قبولیت سے نوازیں!

موسوعہ فقہیہ عربی اوراردو میں یکسانیت

جب ہم اصل اور ترجمہ دونوں کو موازنے کے لیے اٹھاتے ہیں تو ہمیں دونوں میں بڑی یکسانیت اور یگانیت نظر آتی ہے، مثلاً:

(۱) ترجمہ اپنی معنوی خوبیوں کے ساتھ شکل وشباہت میں بھی اصل جیسا دکھتا ہے۔

(۲) جس طرح عربی موسوعہ کے ہر صفحہ کو دو کالم میں بانٹا گیا ہے، اسی طرح ترجمہ کی کتابت بھی کی گئی ہے۔

(۳) مرکزی عناوین اور ذیلی عناوین جس طرح عربی میں ہیں، اسی طرح اردو ترجمہ میں بھی ہیں۔

(۴) پیراگراف اور فقروں کے نمبرات جس طرح عربی میں ہیں، اسی طرح اردو میں بھی ہیں۔

(۵) فہرست مضامین میں بھی اصل اور ترجمے میں یکسانیت ہے۔

موسوعہ فقہیہ اہلِ علم کی نگاہ میں

عربی موسوعہ فقہیہ کو عرب علماء نے خوب سراہا، ان میں دمشق سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی، سعودیہ سے شیخ فیصل بن حسن طراد، مصر سے ڈاکٹر علی جمعہ، کویت سے ڈاکٹر عادل عبداللہ، ڈاکٹر خالد مذکور، عبداللہ مہدی، شیخ ابراہیم صالح، ڈاکٹر مطلق قراوی، شیخ عیسی احمد عبیدلی، شیخ بدر فالح عازمی اور شیخ سامی محمد سیمان ہیں۔

اردو ترجمہ کو اردو حلقوں میں خوب پسند کیا گیا، ہندوستان میں درج ذیل شخصیات نے اپنے قیمتی تأثرات سے بھی نوازا، ان میں نائب صدر جمہوریۂ ہند جناب ڈاکٹر حامد انصاری کے علاوہ درج ذیل اہلِ علم ودانش قابلِ ذکر ہیں: حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا محمد رابع حسن ندوی، مولانا بدر الدین اجمل، مولانا نور عالم خلیل امینی، جناب خورشید، مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، مولانا سید جلال الدین عمری، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا عمید الزماں کیرانوی، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، مولانا کاکا سعید احمد عمری، مولانا سعود عالم قاسمی اور مفتی صادق محی الدین نظامی۔

موسوعہ کا اردو ترجمہ حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کا ایسا تاریخی کارنامہ ہے جو ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ کاش کہ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی اس ذخیرے کا اتنا ہی اچھا معیاری ترجمہ ہوجاتا ہے تو دنیا اسلامی قوانین سے واقف ہوتی، اسلام کے خلاف مریض ذہنیت کو دوا نصیب ہوجاتی اور اسلام سے قریب ہونے کا حسین موقع انھیں بھی نصیب ہوجاتا! وباللہ التوفیق!

❊ ❊ ❊